بیادگار: مخدوم العالم قطب بنگال، گنج نبات شیخ عمر علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ
January - March 2022
سہ ماہی
پیغام مصطفیٰ
اترڈیناجپور
خصوصی شمارہ
بموقع ۱۱۰ واں عرس حفیظی
خانقاہ عالیہ لطیفیہ رحمٰن پور تکیہ شریف بارسوئی کٹیہار بہار
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را
تذکرہ حضرت علامہ مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی قدس سرالعزیز
حضرت لطیفی: شریعت و معرفت کے حسین سنگم
حضرت لطیفی کا ہر لمحہ عشق مصطفیٰ سے سرشار تھا
حضرت لطیفی کی شخصیت حق و ناحق کے مابین خط امتیاز
حضرت لطیفی کی اعتقادی حیثیت
مدیر اعلیٰ
محمد ساجد رضا مصباحی

بیادگار: مخدوم العالم قطب بنگال، گنج نبات شیخ عمر علاء الحق پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ

بفیض روحانی: تارک السلطنت سیدنا حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

بفیض روحانی: مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان

زیر سرپرستی خلیفہ حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی عبد الغفور صاحب

جلد ۴

شمارہ ۱۱

سہ ماہی پیغامِ مصطفیٰ

اتر دیناجپور

جنوری، فروری، مارچ ۲۰۲۲ء

مجلسِ ادارت	مجلسِ مشاورت	مجلسِ مشاورت
مدیر اعلیٰ: محمد ساجد رضا مصباحی	مفتی محمد ذو الفقار علی رشیدی مصباحی	مولانا مختار عالم مصباحی
نائب مدیر: غلام محمد ہاشمی مصباحی	مفتی محمد شعیب عالم قادری نعیمی	مولانا محمد اشتیاق احمد مصباحی
معاون مدیر: محمد عسجد رضا قادری	مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی	مولانا محمد عابد حسین مصباحی
سرکولیشن مینجر: مولانا محمد مظفر حسین رضوی	مفتی محمد مبشر رضا ازہر مصباحی	مولانا احمد رضا قادری
مینجر: محمد وسیم رضا	مولانا محمد سبحان رضا مصباحی	مولانا محمد شارب ضیاء مصباحی

• قیمت عام شمارہ: —— ۴۰ • سالانہ —— ۱۶۰

زیر اہتمام

مولانا محمد عسجد رضا قادری

بانی تنظیم عاشقانِ مصطفیٰ، شاہ پور بازار، علاقہ گوالپوکھر ضلع اتر دیناجپور بنگال

ناشر

تنظیم عاشقانِ مصطفیٰ

شاہ پور بازار، علاقہ گوالپوکھر ضلع اتر دیناجپور بنگال

ترسیلِ زر و مراسلت کا پتہ

تنظیم عاشقانِ مصطفیٰ

شاہ پور بازار تھانہ گوالپوکھر ضلع اتر دیناجپور بنگال ۷۳۳۲۱۰

E-mail:

paighamemustafa2018@gmail.com

Mob.:7405410736, 9734927165

9473927746

مشمولات

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

محمد ساجد رضا مصباحی

گلشن اسلام کی آب یاری اور سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے تحفظ وبقا کے لیے ہر دَور کے علما و مشائخ نے اپنا خونِ جگر پیش کیا ہے، خانقاہوں، تحریکوں اور تنظیموں نے اپنی قوت فکر وعمل سے اسے شاد وآباد کیا اور سخت ترین حالات میں بھی اسے خزاں رسید ہونے سے محفوظ رکھا، یہی وجہ ہے کہ امتِ مسلمہ ہر زمانے میں اس طبقے کا منت سناش رہی اور نئی نسل تک ان اساطین ملت کے علمی وفکری اور مذہبی ذخیرے کو منتقل کرنے کی کوششیں ہوتی رہیں۔ بلا شبہہ آنے والی نسلوں کا ذہنی وفکری رشتہ اپنے اسلاف سے استوار رکھنا اور ان کی علمی، تہذیبی اور تاریخی وارثت کا تحفظ ملت کے استحکام وبقا کے لیے بے حد ضروری ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ایک طویل غفلت کے بعد اسلاف شناسی کا جذبہ ہماری جماعت میں بیدار ہوا ہے، بر صغیر ہند وپاک میں مختلف محاذوں پر کام ہو رہا ہے، وطنِ عزیز ہندوستان کی کئی خانقاہوں اور اشاعتی اداروں نے اس سلسلے میں مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ کام کا آغاز کیا ہے اور تحریر وقلم سے وابستہ کئی بڑی اہم شخصیتیں بھی انفرادی طور پر تذکرۂ اسلاف کی ترتیب وتدوین میں مصروف ہیں۔ اس ضمن میں ملک کے ان نوجوان اہل قلم کی کوششوں کو بھی فراموش نہیں کیا جا سکتا جو حوادث زمانہ کے گرد وغبار میں دبی ہوئی شخصیتوں کو منظر عام پر لانے کے لیے مسلسل جد وجہد کر رہے ہیں اور جن کی مساعی جمیلہ سے سیکڑوں فراموش شدہ شخصیتوں کو منظرِ عام پر لایا جا چکا ہے۔

بہار کا علاقۂ سیمانچل ہمیشہ اہل علم وادب کا مسکن رہا ہے، اس خطۂ ارض میں علم وادب کی بڑی عظیم ہستیاں جلوگر ہوئیں، معرفت وروحانیت کی عہد ساز شخصیتوں نے جنم لیا اور اپنے علمی وفکری کمالات سے نہ صرف سیمانچل بلکہ بر صغیر کے ایک بڑے خطے کو متاثر کیا، درس وتدریس، تحقیق وتصنیف، شعر وادب، وعظ وخطابت، قیادت وامامت کے میدانوں میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں، یہ وہ نفوس قدسیہ ہیں جنھوں نے سیمانچل کے کاروانِ اہل سنت کو صحیح سمت عطا کی اور معتقدات اہل سنت کے تحفظ وبقا کے لیے اپنا خونِ جگر پیش کیا، بدمذہبوں اور گمراہ فرقوں کے خلاف مسلسل محاذ آرا رہے، اس خطے میں علم دین کی شمع فروزاں کرنے کے لیے نہایت نامساعد حالات میں بھی مدارسِ اسلامیہ کے قیام کو اپنا اولین منصوبہ بنایا اور اس کے استحکام وبقا کے لیے دَر دَر کی خاک چھانی، ہزاروں صعوبتیں برداشت کیں، مذہب وملت کی سرفرازی کے لیے تن من دھن کی قربانیاں پیش کیں اور اپنا چین وسکون تج کر امت مسلمہ کی سرخروئی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔ افسوس ہے کہ ملت کے ان پاسبانوں کی یادیں، ان کی بے لوث خدمات کے تذکرے، ان کے تاریخ ساز کارناموں کی زرّیں داستانیں ہماری غفلت وتساہلی کی بھینٹ چڑھ کر ہمیشہ کے لیے ہمارے ذہن ودماغ سے محو ہوتی جا رہی ہیں، ان کی یادوں کے نقوش

مٹتے جارہے ہیں، ان کی خدمات پر گردش ایام کے دبیز پردے پڑتے جارہے ہیں۔

سیمانچل کی فراموش کردہ شخصیتوں میں ایک اہم نام زبدۃ الفضلا حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی قدس سرہ [۱۲۴۵-۱۳۳۳ھ] کا ہے، کٹیہار بہار کے بارسوئی اسٹیشن سے تقریباً ۱۰ ر کیلو میٹر کے فاصلے پر واقع رحمٰن پور تکیہ شریف آپ کی دعوت و تبلیغ کا مرکز تھا۔ آپ علم وفضل، زہد و تقویٰ اور معرفت وروحانیت کے بلند مقام پر فائز تھے، ایک زمانے تک سہسرام کے مدرسہ خانقاہ کبیریہ کے علاوہ پٹنہ، مجگاؤں، بھاگل پور، شاہ جہاں پور کے اداروں میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔ ہزاروں تشنگانِ علوم فنون نے آپ کی درس گاہِ علم وفن سے اکتساب فیض کیا، سیکڑوں طالبان معرفت نے آپ کی نگرانی میں معرفت وروحانیت کے منازل طے کیے۔ سیمانچل سمیت مغربی بنگال کے کثیر اضلاع میں بھی آپ نے رشد وہدایت کی تحریک چلائی، بے شمار گم گشتگانِ راہ نے آپ کی کوششوں سے ہدایت کا سفر طے کیا، معتقدات اہل سنت کے تحفظ وبقا اور باطل فرقوں کی تردید وابطال کے حوالے سے آپ کی مخلصانہ کوششیں ناقابل فراموش ہیں۔

آپ نے درس وتدریس اور دعوت وتبلیغ کے ساتھ کئی اہم کتابیں بھی تصنیف فرمائیں، نظم ونثر دونوں میدانوں میں یکساں دسترس رکھتے تھے، فارسی شاعری میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا، عربی شاعری میں بھی آپ طبع آزمائی فرماتے تھے، اردو زبان میں بھی آپ کے کلام ملتے ہیں، ''دیوان لطیفی'' آپ کے شاعرانہ کمالات اور اس میدان میں آپ کی عظمتوں کا منھ بولتا ثبوت ہے۔

حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ [۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ] کے ہم عصر وہم خیال تھے، پٹنہ میں تحریک رد ندوہ کے جلسۂ عام منعقدہ ۱۳۱۸ھ کے لیے مشرقی بہار کے نمائندہ کے طور پر آپ ہی کا انتخاب عمل میں آیا تھا، حضرت لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بڑھ چڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیا تھا اور مشائخ اہل سنت کے شانہ بشانہ چل کر اپنی نمائندگی کا حق ادا فرمایا تھا۔

حیرت ہے کہ سیمانچل کی یہ عظیم شخصیت ایک زمانے تک پردۂ خفا میں رہی، حلقۂ مریدین کے علاوہ شاید ہی کوئی ان کی خدمات اور کارناموں سے واقف رہا ہو، جو جانتے بھی تھے وہ صرف ایک پیر طریقت کے طور پر جانتے تھے، ان کا علمی مقام ومرتبہ، ان کی عظیم دینی وتبلیغی خدمات، ان کی گراں قدر تصانیف اور ان کی روحانی عظمتیں اہل علم وادب کی نگاہوں سے اوجھل تھیں، ان کی خانقاہ جہاں کبھی معرفت وروحانیت کے جام پلائے جاتے تھے، ایمان وعقیدے کی حفاظت کے منصوبے بنائے جاتے تھے اور خلق خدا کی رشد وہدایت کا فریضہ پورے اخلاص کے ساتھ انجام دیا جاتا تھا، جس کے آب وتاب سے مشرقی بہار اور مغربی بنگال کی کثیر آبادیاں روشن تھیں، آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشینوں نے اپنے اپنے طور پر اس سلسلۂ رشد وہدایت کو باقی رکھنے کی کوشش کی، لیکن تقریباً ایک صدی تک آپ کی حیات وخدمات پر کوئی کام نہیں ہو سکا، ۱۹۹۸ء میں آپ ہی کے خانوادے کے ایک قلندر صفت عالم دین حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی نے آپ کی حیات وخدمات کے منتشر اوراق کو سمیٹنے کا منصوبہ بنایا اور پوری دیوانگی کے ساتھ آپ کی کتاب حیات کے گم گشتہ اوراق کی جستجو شروع کی، کبھی اس گھاٹ اور کبھی اس گھاٹ چکر لگاتے رہے، کئی سالوں کی محنت ومشقت کے بعد حضرت لطیفی کے باقی ماندہ آثار جمع کرنے میں کام یاب ہوئے، ایک دہائی کے اندر آپ نے حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے احوال وآثار پر کئی کتابچے تحریر فرمائے، اپنے احباب کے تعاون سے آپ کی دستیاب تصانیف کی از سر نو طباعت واشاعت کا بیڑا اٹھایا، حفیظ ملت اکیڈمی کے زیر اہتمام انھیں شائع فرما کر علمی حلقوں تک پہنچانے کا اہم کارنامہ انجام دیا۔ ۲۰۱۲ء میں عرس صد سالہ کے مبارک موقع پر ملک بھر کے اکابر علمائے کرام اور اصحاب

فکر وقلم سے رابطہ کر کے حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں پر مضامین اور مقالات لکھائے، ہر مقالہ نگار کو نہ صرف یہ کہ مواد فراہم کیا بلکہ مسلسل رابطے میں رہ کر ان سے مقالہ لکھوانے میں کام یابی حاصل کی، ۲۳/ اپریل ۲۰۱۲ء کو آپ کے عرس صدسالہ کے موقع پر سیمینار کا انعقاد کیا، جس میں آپ کی حیات وخدمات پر گراں قدر مقالات پیش کیے گئے، ان مقالات میں سے بعض کو پہلے ”مجلہ لطیفی“ کے نام سے شائع کیا اور پھر بعد میں تمام مقالات ”عرفان حفیظ“ کی شکل میں منظر عام پر آئے۔ خدا کا شکر ہے کہ بہت کچھ ضائع ہونے کے بعد ہی سہی حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے باقی ماندہ آثار محفوظ ہو گئے اور کچھ حد تک آپ کا تعارف عوام وخواص اور اہل علم کے حلقوں تک ہو گیا، ورنہ اس علاقے کا حال تو یہ ہے کہ بڑی بڑی شخصیتوں کو بہت آسانی کے ساتھ فراموش کر دیا جاتا ہے، اس سر زمین کے بارے میں کسی دانا نے بہت پہلے کہا تھا کہ ”یہ مردم خیز بھی ہے اور مردم خور بھی“۔

احسان ناشناسی اور اسلاف فراموشی کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے، ماضی قریب میں اس علاقے میں کتنے اکابر علما ایسے گزرے جنھوں نے اپنی پوری زندگی دین وسنیت کے تحفظ میں لگادی، اپنا مال ومتاع سب کچھ قوم کی صلاح وفلاح کے لیے قربان کر دیا، اپنی ساری توانائی ملت کے بکھرے زلفوں کو سنوارنے میں صرف کر دی، آج انھیں کوئی یاد کرنے والا نھیں ہے، ان کی یادوں کے چراغ ہمیشہ کے لیے بجھا دیے گئے، ان کی قربانیوں کو بہت بے دردی کے ساتھ فراموش کر دیا گیا، کسی پر بہت پیار آیا تو ان کا مزار تعمیر کر کے وہاں عرس اور میلے ٹھیلے کا انتظام کر دیا گیا، اس میں بھی ان سے عقیدت کم اپنی دنیاوی مفاد زیادہ پیش نظر رہا، آج جب مجھ جیسا نئی نسل کا کوئی طالب علم شہر خموشاں کے ان چراغوں سے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو پتہ چلتا ہے گنبد ومینار کے سوا کچھ نہیں بچا ہے، احباب ومتعلقین نام وپتہ کے علاوہ کوئی کچھ بتانے کی پوزیشن میں نھیں ہیں، اور بتائیں بھی کیوں، بغیر بتائے ہی ”کاروبار“ اچھا چل رہا ہے، اعراس ترقی پذیر ہیں اور مفادات حاصل ہو رہے، پھر دماغ سوزی کی کیا ضرورت ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارا پڑھا لکھا طبقہ اب بھی ہوش کے ناخن لینے کو تیار نھیں، کارواں لٹ جانے کے بعد بھی احساس زیاں پیدا نہیں ہو سکا ہے، اپنے اکابر واساتذہ کے حالات اب بھی جمع کرنے کی طرف کوئی خاص پیش قدمی نہیں ہو سکی ہے، اور جو مٹھی بھر افراد اس راہ میں آبلہ پائی کر رہے ہیں، ان کی نہ قدر کی جاتی ہے اور نہ حوصلہ افزائی، انھیں علمی وقلمی تعاون پیش کرنے کی بجاے ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے، انھیں دیوانہ سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے، اس طبقے سے جب اسٹیج اور منبر ومحراب کی بات کی جاتی ہے تو ان کے چہرے کھل اٹھتے ہیں، باچھیں کھل جاتی ہیں، رخ زیبا پر فرحت ومسرت کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں، رات رات بھر جلسے کے اسٹیجوں میں بیٹھ کر پیشہ ور مقررین اور گویے قسم کے نعت خوانوں کو اچھل اچھل کر داد دینے والے بعض علما سے جب کسی علمی کام کے لیے ایک گھنٹے کا وقت مانگا جاتا ہے تو ان کی پیشانیاں شکن آلود ہو جاتی ہیں اور کسی نہ کسی بہانے وہ دامن چھڑانے میں کام یاب ہو جاتے ہیں، میں ہوائی اور خیالی باتیں کرنے کا قائل نھیں، ادھر کئی سالوں میں اس طرح کے بے شمار حادثات پیش آئے اور بڑے تلخ تجربات سے دوچار ہوا، اس طرح کے تجربات دیگر ارباب فکر وبصیرت کو بھی ہوئے ہوں گے۔ افسوس ہوتا ہے کہ ہماری جماعت کہاں جا رہی ہے، ہماری نئی نسل کی ترجیحات کیا ہیں؟ ہمارا شعور کب بیدار ہو گا اور کب ہم ماضی کے نقصانات کا جائزہ لیں گے؟۔

نئی نسل کے علما جن کے کندھوں پر مستقبل کی ذمے داریاں ہیں، جنھیں ملت اسلامیہ کے کاروانِ فکر وعمل کی قیادت سنبھالنی ہے، جنھیں اپنی جماعت کا فکری ونظریاتی رُخ متعیّن کرنا ہے ان میں اکثر سوشل میڈیا پر ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے میں مصروف ہیں،

سوشل میڈیا میں ان کی دھینگا مشتی دیکھ کر ہر درد مند دل کو شدید افسوس ہوتا ہے، جماعت تانے بانے کو بکھیرنے میں ان بے لگام کرداروں کا بھی اہم کردار ہے، کاش یہ اپنے اسلاف کی تاریخ کا مطالعہ کرتے، ان کی کتاب حیات کا جائزہ لیتے، ان کے اخلاق وکردار کو اپنے لیے نمونۂ عمل بناتے، تحفظِ اوقات کے حوالے سے ان کی زندگی کی صبح وشام کو دیکھتے تو کبھی سوشل میڈیا کے خرافات میں اپنی قیمتی زندگی ضائع نہیں کرتے۔ ہمیں اپنی ترجیحات کی تعیین کے لیے اپنے اسلاف کی تاریخ کا مطالعہ کرنا بہت ضروری ہے، فکر وعمل کی اصلاح کے لیے بھی ان کے تذکروں کو حرز جاں بنانے کی سخت ضرورت ہے، ہم زندگی کے کسی بھی مرحلے میں ان سے بے نیاز نہیں ہیں۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے احوال وآثار پر یہ خصوصی شمارہ پیش کرتے ہوئے ہماری ٹیم انتہائی مسرت محسوس کر رہی ہے، دراصل یہ خصوصی شمارہ خانوادۂ لطیفی کے چشم وچراغ اور اپنے آباواجداد کے علمی وقلمی ورثہ کے امین وپاسبان، متحرک وفعال شخصیت حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی استاذ مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف کی خصوصی تحریک اور نظر التفات سے منظر عام پر آرہا ہے، یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ گرامی وقار حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی کے اس اقدام وپیش رفت میں آپ کے احباب ومتعلقین میں پروفیسر مشفق عالم، ٹی این بی کالج بھاگل پور، عالی جناب ماسٹر حماد مظہری رحمن پور، عالی جناب عقیل احمد خاں وحیدی رحمن پور، حضرت حافظ وقاری اقبال احمد رضوی فیضی کھیم پور، حضرت مولانا مفتی شمیم اختر تحسینی صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا مدرسہ وخانقاہ رحمن پور، عالی جناب ماسٹر غلام وحید وحیدی استاذ شعبۂ انگلش وہندی مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ رحمن پور جب کہ خانوادۂ لطیفی کے اصحاب وافراد میں حضرت شاہ بارق عالم شاہدی لطیفی، حضرت مولانا شاہ خواجہ خورشید عالم لطیفی، حضرت مولانا قاری شاہ آفتاب عالم لطیفی مصباحی، حضرت مولانا شاہ خواجہ تہذیب عالم لطیفی مصباحی، حضرت شاہ خواجہ شاہد لطیفی ایڈوکیٹ، حضرت مولانا شاہ خواجہ نوید عالم لطیفی، حضرت مولانا شاہ خواجہ ریحان اصغر لطیفی مصباحی، حضرت مولانا شاہ خواجہ وحید نواز لطیفی مصباحی، حضرت شاہ فرہاد عالم صدر مدرسہ وخانقاہ، حضرت مولانا شاہ خواجہ نور عالم لطیفی نعیمی سجادہ نشیں خانقاہ لطیفیہ، حضرت مفتی شاہ خواجہ نیر عالم لطیفی صدر شعبۂ افتا خانقاہِ رحمٰن پور کی نیک خواہشات شامل ہیں۔

ان تمام معززین کی خدمت میں مبارک باد کا گلدستہ پیش ہے، قارئین ان کرم فرماؤں کے حق میں دعاے خیر کریں۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت لطیفی کا علمی وروحانی مشن خانقاہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف کے بینر تلے جاری رہے اور حضرت کے روحانی فیوض وبرکات سے ہم سب مالا مال ہوں۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔ ❁❁❁

اللہ کے محبوب بندے

مولانا محمد سبحان رضا مصباحی: رکن آئینہ ہند اکیڈمی، اتر دیناج پور، بنگال

اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں میں سے بعض بندے اس کے محبوب اور پسندیدہ ہیں اور بعض مبغوض اور ناپسندیدہ ہیں، خدا کی رضا اور خوش نودی حاصل کرنے کے لیے ایک طالب حق کو یہ جاننا ضروری ہے کہ کون بندے اس کے محبوب ہیں اور کون مبغوض۔ ذیل کی سطروں میں چند آیات قرآنیہ پیش ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں کے بعض صفات کی نشاندہی کی ہے:

[۱] اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ [التوبہ/4]

ترجمہ: بیشک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔

وضاحت: متقین متقی کی جمع ہے جو لفظ تقویٰ سے بنا ہے، تقویٰ کا معنی ہے نفس کو خوف کی چیز سے بچانا اور شریعت کی اصطلاح میں ممنوعات چھوڑ کر نفس کو گناہ سے بچانا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: متقی وہ ہے جو شرک وکبائر اور فواحش سے بچے۔

قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور اہل تقویٰ کی تعریف کی گئی ہے۔ چند آیات کریمہ پیش ہیں:

[۱] اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ [الحجرات/13]

ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزّت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

[۲] وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ [الجاثیہ/19]

ترجمہ: اور ڈر والوں کا دوست اللہ۔

[۳] وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ [البقرۃ/194]

ترجمہ: اور جان رکھو کہ اللہ ڈر والوں کے ساتھ ہے۔

[۴] قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ [المائدۃ/27]

ترجمہ: اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے۔

[۵] اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ [الانفال/34]

ترجمہ: اس کے اولیا تو پرہیز گار ہی ہیں۔

[۶] يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ [آل عمران 102]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جیسا اُس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

[۲] اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ [البقرہ/222]

ترجم: بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو۔

وضاحت: توابین تواب کی جمع ہے جس کا مادہ اشتقاق توبہ ہے۔ وبہ کا لغوی معنی ہے لوٹنا اور رجوع کرنا اور شریعت کی اصطلاح میں گناہوں اور برائیوں سے لوٹ کر نیکی اور اچھائی کی طرف آجانے کو توبہ کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر توبہ کرنے کی ترغیب دی گئی اور توبہ کرنے والوں کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ چند یہ ہیں:

[۱] وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ [النور/31]

ترجمہ: اور اللہ کی طرف توبہ کرواے مسلمانو سب کے سب

اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

[۲] یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا [التحریم/8]

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے۔

[۳] وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى۔[ھود/3]

ترجمہ: اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توبہ کرو تمہیں بہت اچھا برتنا دے گا ایک ٹھہرائے وعدہ تک۔

[۴] اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا [الفرقان/70]

ترجمہ: مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

[۳] اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ [سورہ مائدہ، آیت:13]

ترجمہ: بے شک احسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

وضاحت: احسان، بندے کا وہ عمل جو ہر اعتبار سے حسین اور خوب صورت ہو۔ محسنین، یہ احسان سے اسم فاعل محسن کی جمع ہے اور اس کا مادہ اشتقاق حسن ہے۔ قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر احسان کرنے والوں کو بشارت دی گئی اور اسے اپنانے پر زور دیا گیا۔ چند یہ ہیں:

[۱] وَ اَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ [البقرۃ/95]

ترجمہ: اور بھلائی والے ہو جاؤ بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔

[۲] وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ [الحج/37]

ترجمہ: اور اے محبوب خوش خبری سناؤ نیکی والوں کو۔

[۳] اِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ [التوبہ/120]

ترجمہ: بیشک اللہ نیکوں کا نیگ [اجر] ضائع نہیں کرتا۔

[۴] اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ [الاعراف/56]

ترجمہ: بے شک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔

ان تمام آیات میں اللہ جل شانہ نے اپنے محبوب بندوں کے اوصاف جلیلہ کا ذکر فرمایا ہے، اپنے اخلاق و کردار کو ان قرآنی آیات کی روشنی میں مزین کرنا چاہیے اور اللہ کا پسندیدہ بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ❁❁❁

مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی: رکن آئینۂ ہند اکیڈمی، اتر دیناج پور

انسان کے جسم کے تمام اعضا اللہ رب العزت کی بیش بہا اور عظیم نعمتیں ہیں، زبان سے چوں کہ مافی الضمیر کی ادائیگی ہوتی ہے اس لیے اسے دیگر اعضا کی بہ نسبت امتیازی شان حاصل ہے، انسان کے ذہن و دماغ میں کیا چیزیں گردش کر رہی ہیں ان کا اظہار زبان ہی کے ذریعہ ہوتا ہے، عموماً اچھائی اور برائی کا پتہ اسی سے لگتا ہے۔ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”تا مرد سخن نہ گفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد“۔

احادیث کریمہ میں زبان کے استعمال کے طریقوں کے ساتھ ساتھ کم گوئی کی بہت ساری فضیلتیں سنائی گئی ہیں۔ ذیل میں سب سے پہلے کم گوئی اور خاموشی سے متعلق کچھ احادیث کریمہ مطالعہ کریں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اچھی بات منہ سے نکالے یا خاموش رہے۔ [صحیح بخاری، ج 5، ص 2240، حدیث 5672، کتاب الأدب، باب مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ]

حضرتِ سیّدُنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَمَتَ نَجَا۔

یعنی جو خاموش رہا نجات پا گیا۔ [جامع الترمذي، ج 4، ص 225، حدیث 2509، ابواب صفۃ القیامۃ]

حضرت عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو ہم پر کس بات کا زیادہ ڈر ہے؟

فَأَخَذَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم بِلِسَانِ نَفْسِهِ، ثُمَّ قَالَ: هٰذَا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اس کا۔ [سنن ابن ماجہ، ج 4، ص 382، حدیث 3972، کتاب الفتن، باب كَفِّ اللِّسَانِ فِي الْفِتْنَۃِ]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان صبح کرتا ہے تو اس کے تمام اعضا جھک کر زبان سے کہتے ہیں:

اِتَّقِ اللهَ فِينَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنِ اسْتَقَمْتَ اسْتَقَمْنَا وَإِنِ اعْوَجَجْتَ اعْوَجَجْنَا.

ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر کیوں کہ ہم تجھ سے متعلق ہیں اگر تو سیدھی رہے گی ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔“

[جامع ترمذی،، ج 4، ص 208، حدیث 2407، باب ماجاء في حفظ اللّسان]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ.

جو مجھے اس کی ضمانت دے جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے [یعنی زبان کی] اور اس کی جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے [یعنی شرم گاہ کی] تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔[صحیح بخاری، ج5، ص2376، حدیث 6109 کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! میں تجھے ایسی باتیں نہ بتاؤں جو نہایت سبک [کم وزن] اور ہلکی ہیں لیکن اعمال کے ترازو میں بہت بھاری ہیں؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی ہاں ضرور فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

طُوْلُ الصَّمْتِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا عَمْلُ الْخَلَائِقِ بِمِثْلِهِمَا.

طویل خاموشی اور خوش خلقی، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے ان دو خصلتوں سے بہتر مخلوق کے لیے کوئی کام نہیں ہے۔[شعب الایمان، ج6، ص 239، حدیث 8006]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَقَامُ الرَّجُلِ لِلصَّمْتِ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً.

مرد کا خاموش رہنا [اور خاموشی پر ثابت قدم رہنا] ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔[شعب الایمان، ج4، ص 245، حدیث 4953]

درج بالا احادیث کریمہ کی روشنی میں کم گوئی اور خاموشی سے متعلق درج ذیل امور ثابت ہوئے:

- کم گوئی کمال ایمان کی بنیادی چیز ہے۔
- زبان پر قابو ذریعۂ نجات ہے۔
- خاموشی پر جنت کی ضمانت ہے۔

میزان عمل میں جو چیزیں بہت بھاری اور وزنی ہوں گی ان میں ایک کم گوئی بھی ہے۔

روزانہ صبح کے وقت انسان کے تمام اعضا زبان سے خاموش رہنے کے لیے عرض کناں ہوتے ہیں۔

انسان پر سب سے زیادہ خوف زبان کی غلط استعمال ہی کا ہے خاموشی پر ثابت قدمی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

کم گوئی اور خاموشی کا حکم کن امور سے متعلق ہے اس کی وضاحت کے لیے امام محمد بن محمد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ جملے ملاحظہ کریں:

کلام چار قسم کے ہیں: [ایک] خالص نقصان دہ، [دوسرا] خالص مُفید، [تیسرا] نقصان دہ بھی اور مُفید بھی، [چوتھا] نہ نقصان دہ اور نہ مُفید۔ خالص نقصان دہ سے ہمیشہ پرہیز ضروری ہے۔ خالص مفید کلام ضرور کرے۔ جو کلام نقصان دہ بھی ہو اور مُفید بھی اس کے بولنے میں احتیاط کرے، بہتر ہے کہ نہ بولے اور چوتھی قسم کے کلام میں وقت ضائع کرنا ہے۔ ان کلاموں میں امتیاز کرنا مشکل ہے لہٰذا خاموشی بہتر ہے۔[بحوالہ مراۃ المناجیح، ج۶، ص۴۶۴]

زبان کی حفاظت کے معاملے میں اکثر لوگ لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اکثر مجالس میں گفتگو کے دوران بغیر سوچے سمجھے لوگ ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو اُخروی تباہی کے ساتھ دنیاوی ذلت و رسوائی کا بھی باعث ہوتا ہے، رشتوں تلخیاں پیدا ہوتی ہیں، ماحول پراگندہ ہوتا ہے، بسا اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں بڑے بڑے تنازعات کا سبب بن جاتی ہیں، بنے بنائے کام بگڑ جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہر حال میں اپنی گفتگو کے دوران زبان پر کنٹرول رکھنا چاہیے، کوئی بھی بات بغیر سوچے سمجھے نہیں کہنی چاہیے، کوئی جملہ بولنے سے پہلے اس کے مفید و مضر اثرات کے بارے خوب اچھی طرح غور وفکر کر لینا چاہیے، یہی عقل مندوں کی نشانی بھی ہے، شریعت بھی اسی کا تقاضہ کرتی ہے۔ اللہ جل شانہ ہمیں زبان کی آفتوں سے بچائے، آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔

❁❁❁

شرعی رہنمائی

آپ کے سوالات، مفتیان عظام کے جوابات

نوٹ: قارئین اپنے سوالات درج ذیل ای میل آئی ڈی یا واٹسپ نمبر پر بھیج سکتے ہیں:
paighamemustafa2018@gmail.com / WhatsApp 8953078321

نماز جنازہ کے بعد دعا کی شرعی حیثیت

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کی مغفرت کے لیے دعا کی جاتی ہے پھر اس کے بعد اس کی تدفین عمل میں آتی ہے اور بعض مقامات میں نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں کی جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اگر کوئی عالم دین دعا نہ کرے تو عوام کا اس پر ٹوکنا کیسا ہے؟

المستفتی: شہباز عالم، نوری، نگر کمات، اتر دیناج پور، بنگال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب: ائمۂ اہل سنت و جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے کہ اموات مسلمین کے لیے دُعا قطعاً محبوب و شرعاً مندوب ہے، اس کی ندب و ترغیب سے متعلق جو آیات و احادیث ناطق و شاہد ہیں وہ مطلق اور غیر موقت ہیں، جن میں کسی زمانہ کی تقیید و تحدید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب و مشروع ہے، مگر فلاں وقت ناجائز و ممنوع، اس کا واضح مفہوم یہ ہوا کہ اموات مسلمین کے لیے دعا خواہ نماز جنازہ سے قبل کی جائے یا نماز جنازہ کے بعد، دفن سے پہلے کی جائے یا پھر دفن کے بعد کی جائے، ہر وقت جائز و درست ہے، البتہ اختلاف فقہا اور کراہت سے بچنے کے لیے صفیں توڑ لینا چاہیے تاکہ نماز جنازہ میں کسی شئی کے اضافے کا کسی کو وہم نہ ہو، اور بلا وجہ طویل دعا سے بچنا چاہیے تاکہ تدفین کے عمل میں تاخیر نہ ہو۔ فقہ کی کچھ کتابوں میں جو بعد نماز جنازہ دعا کو مکروہ لکھا ہے وہ انہی دو صورتوں سے متعلق ہے۔

ارشاد باری ہے: فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ.

ترجمہ: تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔ [سورہ الم نشرح، آیت: 8،7]

اس آیۂ کریمہ میں مطلق نماز کے بعد دعا کا حکم ہے، لہٰذا اس اطلاق میں نماز جنازہ بھی داخل و شامل ہے۔

تفسیر جلالین میں ہے: [فإذا فرغت] من الصلاة [فانصب] إتعب في الدعاء [وإلى ربك فارغب] تضرع۔

ترجمہ: جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں مشقت کر اور اپنے رب کی طرف زاری اور تضرع کے ساتھ راغب ہو۔ [جلالین، سورہ الم نشرح، آیت: 8،7، ص: 500]

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: قال ابن عباس وقتادة: فإذا فرغت من صلاتك {فَانْصَبْ} أي بالغ في الدعاء وقال الكلبي: إذا فرغت من تبليغ الرسالة {فَانْصَبْ} أي استغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس اور قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کثرت سے دعا کرو اور کلبی نے فانصب کی تفسیر میں فرمایا اپنے اور دوسرے مومنوں کے گناہوں کی مغفرت کی دعا کرو۔ [الجامع لاحکام القرآن، سورہ الم نشرح، آیت: ۸،۷]

غنیۃ المستملی میں ہے: قال لما التقى الناس بموتة جلس رسول الله ﷺ على المنبر و كشف له ما بينه وبين الشام فهو ينظر الى معركتهم فقال عليه الصلوة والسلام اخذ الراية زيد بن حارثة فمضى حتى استشهد وصلى عليه ودعا له وقال استغفروا له دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذ الراية جعفر بن ابى طالب فمضى حتى استشهد وصلى عليه رسول الله ﷺ ودعا له وقال استغفروا له دخل الجنة فهو يطير فيها بجناحين حيث شاء۔

ترجمہ: جب مقام موتہ میں لڑائی شروع ہوئی رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کے لیے پردے اُٹھا دیے کہ ملک شام اور وہ معرکہ حضور ﷺ دیکھ رہے تھے، اتنے میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا۔ حضور ﷺ نے انہیں اپنی صلاۃ و دعا سے مشرف فرمایا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو، بیشک وُہ دوڑتا ہوا جنت میں

داخل ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پھر جعفر بن ابی طالب نے علم اُٹھایا اور لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوا، حضور ﷺ نے ان کو اپنی صلاۃ و دُعا سے شرف بخشا اور صحابہ کو ارشاد ہوا اس کے لیے استغفار کرو وہ جنت میں داخل ہوا اور اس میں جہاں چاہے اپنے پروں سے اڑتا پھرتا ہے۔[غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، ص:584 فصل فی الجنائز، سہیل اکیڈمی لاہور]

اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت زید بن حارثہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد خود حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی ہے اور صحابۂ کرام کو بھی بعد جنازہ دعا کا حکم دیا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ -صلی اللہ علیہ وسلم-: إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھو تو ان کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔[سنن ابی داؤد، حدیث: 3199/سنن ابن ماجہ، حدیث:1498]

اس حدیث شریف میں جو اخلاص کے ساتھ دعا کرنے کا ذکر ہے اس میں دو احتمال ہیں۔ایک احتمال تو یہ ہے کہ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ کا تعلق إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ، سے ہے اور حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نماز جنازہ خود میت کی مغفرت کی دعا ہے اس لیے اس نماز کو اخلاص کے ساتھ ادا کرو اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ کا تعلق صدر کلام سے نہیں بلکہ یہ اس سے الگ چیز ہے اس صورت میں حدیث پاک کا مفہوم ہوگا جب تم نماز جنازہ پڑھ لو تو بعد نماز جنازہ اخلاص کے ساتھ میت کے لیے دعا کرو۔احتمال اول کی صورت میں اخلاص کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنے کا حکم ثابت ہوگا اور احتمال ثانی کی صورت میں نماز جنازہ کے ساتھ ساتھ الگ سے اخلاص کے ساتھ دعا کرنے کا حکم بھی ثابت ہوگا۔ شارحین حدیث نے واضح فرمایا ہے کہ اس حدیث میں دونوں صورتیں مراد لینا درست ہے۔

تنویر شرح جامع صغیر میں ہے:[إذا صليتم على الميت] صلاة الجنازة[فأخلصوا له الدعاء]أو إذا دعوتم له في صلاة أو غيرها.

یعنی: نماز جنازہ کے اندر یا بیرون نماز میت کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرو۔

نیز اسی میں ہے:

ويحتمل أن يراد في الصلاة أو خارجها كما شهد له حديث:إذا صلوا على الميت فأثنوا عليه خيراً . فإنه يحتمل الثناء في الصلاة عند الدعاء إلا أنه في خارجها أظهر .

یعنی: حدیث میں جو اخلاص کے ساتھ میت کے لیے دعا کرنے کا حکم ہے اس میں دونوں احتمال ہیں نماز جنازہ کے اندر اور نماز جنازہ کے باہر بھی۔ جس طرح سے حدیث پاک "إذا صلوا على الميت فأثنوا عليه خيراً"،[جب میت کی نماز جنازہ پڑھ لو تو اسے خیر کے ساتھ یاد کرو]میں دونوں احتمال ہیں نماز جنازہ کے اندر جب میت کے لیے دعا کی جائے یا نماز جنازہ کے باہر، مگر بیرونی صورت مراد لینا زیادہ بہتر ہے۔ [التنویر شرح جامع صغیر، ج:2، ص:281]

ماقبل کی گفتگو سے یہ واشگاف ہو گیا کہ بعد نماز جنازہ دعا مستحب و مشروع ہے،واجب و ضروری نہیں اس لیے اگر کوئی عالم دین نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے تو ان پر کوئی عتاب نہیں، عوام کو ایسی صورت میں کسی عالم دین پر بلاوجہ سوال نہیں کھڑا کرنا چاہیے۔لانه تبرع ولا جبر على المتبرع کہ یہ ایک نفلی امر ہے اور اس پر کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

رد المحتار میں ہے: قَالَ فِي الْإِمْدَادِ : وَحُكْمُهُ الثَّوَابُ عَلَى الْفِعْلِ وَعَدَمُ اللَّوْمِ عَلَى التَّرْكِ۔

ترجمہ: مستحب کا حکم یہ ہے کہ کرنے پر ثواب پائے گا، ترک پر کوئی عتاب و ملامت نہیں۔[رد المحتار، ج:۱، ص:۳۳۳، باب سنن الوضوء، مطلب: لافرق بین المندوب والمستحب]

نیز مستحب کا ترک مستلزم کراہت نہیں بلکہ ثبوت کراہت کے لیے الگ سے دلیل ضروری ہے اور نماز جنازہ کے بعد دعا ترک کرنے کی کراہت پر الگ سے کوئی دلیل نہیں اس لیے ترک دعا مکروہ بھی نہیں تو پھر اس کا تارک کیوں کر معتوب اور مستحق ملامت ہوگا۔

ردالمحتار میں ہے: وَتَرْكُ الْمُسْتَحَبِّ لَا يُوجِبُ كَرَاهَةً .... وَقَالَ فِي الْبَحْرِ هُنَاكَ : وَلَا يَلْزَمُ مِنْ تَرْكِ الْمُسْتَحَبِّ ثُبُوتُ الْكَرَاهَةِ، إِذْ لَا بُدَّ لَهَا مِنْ دَلِيلٍ خَاصٍّ ۔[ردالمحتار، ج:1، ص:84، کتاب الطہارۃ، مستحبات الوضو دار احیاء التراث العربی بیروت/البحرالرائق، ج:2، ص:163، کتاب الصلاہ، باب العیدین]واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

محمد عارف حسین القادری المصباحی

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــه

خادم الافتا: الجامعہ المخدومیہ سراج العلوم، کان پور

❁❁❁

قدوۃ العلما زبدۃ الفضلا حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین برہانی قدس سرہ النورانی

مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی: استاذ مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور، کٹیہار، بہار

ماقصۂ سکندر و دارانخواندہ ایم
از من بجز حکایت مہر ووفا مپرس

آپ کا پیدائشی نام سید محمد تھا۔ خیال ہے کہ وہ دورِ طالب علمی میں حفیظ الدین ہوا۔ پھر جب مرید ہوئے اور مجاز وخلیفہ ٹھہرے تو لطیفی بھی نام مبارک کا حصہ بنا۔ اس طرح اسم گرامی سید محمد حفیظ الدین لطیفی ہوا۔ کچھ برس قبل آپ کی ایک گمنام تصنیف ”فوائد نوریہ“ کا پتہ ملا۔ اس کے ٹائٹل ورق پر یہ عبارت لکھی ہے:

”فوائد نوریہ“ مصنفہ مولوی سید محمد حفیظ الدین مدرس اول مدرسہ سہسرام۔“

اس سے پتہ چلتاہے ہے کہ ”سید محمد“ نام کے ایک مستقل جز کے طور پر ایک زمانہ تک رائج رہا۔ جو وطن آمد پر کسی وجہ سے متروک ہو گیا، چشتی نگر کنہریا ضلع کٹیہار بہار میں ۱۲۴۵ھ کو آپ نے زندگی کی پہلی سانس لی۔ والد ماجد کا نام شیخ حسین علی تھا۔ عالی جناب شیخ صاحب گاؤں کنہریا کے ایک دیندار و شریف انسان تھے۔ علاقہ کے دولت مندوں اور معززوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ حضرت لطیفی نے جب ہوش سنبھالا اور فہم وخرد کی آنکھیں کھولیں تو والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ اب اکیلی ایک ماں تھی، جس کے کاندھے پر آپ کی پرورش وپرداخت اور تعلیم وتربیت کا بوجھ پڑا۔

تعلیم وتربیت:

حضرت لطیفی کو بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کا شوق تھا۔ لیکن گاؤں میں تعلیم کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ تحصیل علم کی خواہش وذوق نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ کہیں جائیں۔ چنانچہ آپ اپنے مَولد کنہریا سے جانب شمال تقریباً ۵رمیل کے فاصلے پر آباد رسول پور گاؤں پہنچے۔ یہاں نوابوں کا ایک خاندان رہتا تھا جو مظفر نگر یوپی سے ہجرت کر کے یہاں آیا تھا۔ اور کئی سو برس سے یہاں بودوباش اختیار کر رکھی تھی۔ یہاں ان لوگوں نے ایک اچھا خاصا مدرسہ بھی قائم کر رکھا تھا جس میں دور دراز سے علما اور ماہرین علم وفن آکر تعلیم دیا کرتے تھے۔ لغات کشوری کے مولف یہاں ایک زمانے میں مدرس تھے۔ اسی طرح معروف شاعر وادیب جناب فانی جائسی بھی یہاں رہ چکے تھے۔ حضرت لطیفی یہاں کچھ عرصہ تک پڑھتے رہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے پٹنہ کا سفر کیا۔ اس کے بعد مدرسہ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ وارد ہوئے۔ یہاں یگانۂ روزگار فاضل جلیل حضرت مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی اور دیگر صاحبان علم وکمال اساتذہ وبلند پایہ معلمین درس وتعلیم دیا کرتے تھے۔ حضرت لطیفی جب داخل مدرسہ ہوئے تو عارف باللہ عاشق رسول حضرت علامہ عبدالعلیم آسی غازی پوری خانقاہ رشیدیہ جونپور، سند المشائخ تاج الاصفیاء حضرت علامہ سید شہود الحق اصدقی خانقاہ اصدقیہ بہار شریف، عالم عصر ومحقق دوراں حضرت علامہ قاضی فاروق چریاکوٹی اعظمی جیسے بلند اقبال وذہین اور بزرگانہ صفت کے حامل ہم درس ملے۔ آپ نے فرنگی محل میں متوسط کتابوں سے لے کر منتہی جماعت تک کی تعلیم حاصل فرمائی۔ پھر یہاں سے دہلی کی راہ لی۔ اور دہلی میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خاندان کے چشم وچراغ حضرت مولانا شاہ مخصوص اللہ، حضرت مولانا شاہ موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شہرۂ آفاق درس گاہ سے فیض اٹھایا اور تعلیم کی تکمیل فرمائی۔

درس وتدریس:

درس وتدریس اور دینی علوم کی ترویج واشاعت کی خاطر آپ نے ملک کے مختلف مدرسوں ودانش کدوں کا رخ کیا۔ پٹنہ، مجگاؤں، بھاگلپور، شاہجہاں پور یوپی کے ناموراداروں میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ سینکڑوں کی تعداد میں متلاشیان علوم نبویہ وشائقین معارف دینیہ آپ سے فیض یاب وبہرہ ور ہوئے اور پھر دین وشریعت کی تبلیغ وتشہیر کرنے لگے۔ اس باب میں شمال مشرقی ہندوستان کا قدیم ترین ادارہ "مدرسہ وخانقاہ کبریہ سہسرام" بہت اہم تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں آپ اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ خواجہ لطیف علی [متوفی ۱۲۹۹ھ] ولد حضرت شاہ خواجہ لطف علی [متوفی ۱۲۶۰ھ] کے اشارہ اور برادر طریقت مشہور صوفی وشاعر حضرت مولانا حسن جان خان سہسرامی اساتذۂ مدرسہ خانقاہ کبیریہ کے اصرار پر تشریف لائے۔ صدر مدرس ومہتمم مدرسہ کے بلندوذمہ دارانہ منصب پر مسلسل بارہ سال رہے۔ حضرت لطیفی کے ایک مجموعۂ رسائل تصنیف کردہ ۱۳۱۷ھ کے سرورق پر یہ تحریر ملی ہے:

"مصنفہ مولانامولوی صوفی شاہ محمد حفیظ الدین صاحب حنفی نقشبندی ابوالعلائی متوطن قصبہ چشتی نگر کنہریا ضلع پورنیہ کہ سابقاً وبیش دوازدہ سال در مدرسہ خانقاہ سہسرام ناصرالحکام مدرس اول وناظم مدرسہ بودند اینک از ہمہ بی تعلق بودہ محض توکل اختیار فرمودند"۔

آپ جس دور میں یہاں قدم رنجہ ہوئے اس وقت یہ ایک عظیم الشان مدرسہ اور معیاری تعلیم وتربیت کا خاص مرکز تھا، اس میں شمال مشرقی ہند کے دیار سے کثیر طلبہ آتے تھے، اور اپنی علمی پیاس بجھا کر وطن لوٹتے تھے اور پھر وہ وہاں بھی زبردست پیمانے پر دینی خدمات وکارنامے انجام دیا کرتے تھے۔ آپ نے یہاں رہ کر مدرسہ کی ذمہ داریوں وکارگزاریوں کو حسن وخوبی کے ساتھ نبھانے کے علاوہ علاقائی مقامات وآبادیوں میں تبلیغی واصلاحی اقدامات بھی فرمائے۔ مثلاً رجہت ، گیا، نالندہ وغیرہ ان قصبات وشہروں میں آپ نے تقریر ووعظ اور بیعت وارشاد کے ذریعے خوب دین کے صلاح وفلاح کا کام کیا۔ سوسال سے زائد زمانہ بیت جانے کے باوجود آج بھی ان جگہوں میں ایسے حضرات مل جائیں گے کہ جن کے آبا واجداد آپ کے مریدین وابستگان میں رہے تھے اور جہاں آپ کی آمد ورفت ہوا کرتی تھی۔ مولانا یونس، مولانا عبدالحیٔ نظر، مولانا بدیع الدین باشندگان رجہت وگیا کے اہل خاندان اس بات کے زندہ ثبوت ہیں۔ حضرت لطیفی نے یہاں دوران قیام بعض کتابیں بھی تصنیف فرمائیں۔ مثلاً فوائد نوریہ شرح میزان منطق، دیوان لطیفی، اور مکتوبات لطیفی کا بعض حصہ موخر الذکر دونوں تصنیفیں شعروادب اور شریعت وطریقت کے مسئلوں اور بحثوں کے لحاظ سے بہت معتبر ومستند اور نہایت بیش بہا وگراں قدر ہیں۔ مدرسہ خانقاہ کبیریہ میں آپ کی درس گاہ والا جاہ سے علم وادب اور فکر وفن کے بڑے باکمال افراد اور اعلیٰ استعداد ولیاقت کے مالک بڑے اونچے اونچے شاگرد وفیض یافتگان نکلے۔ اس خصوص میں صرف دو تلمیذ سعید کا ذکر کرتا ہوں۔ ایک ہیں حضرت مولانا شاہ عثمان شاہ آبادی سابق مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ جو عظیم منطقی وفلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست مفسرو محدث اور مصنف ومحقق بھی تھے۔ آپ نے مختلف علوم وفنون پر دو درجن سے زیادہ کتابیں اور رسالے لکھے ہیں۔ دو کتابوں کی میں نے زیارت بھی کی ہے جنہیں آپ نے مکہ شریف سے دستی یا بذریعہ ڈاک حضرت لطیفی کی خدمت میں بھیجا تھا۔ دوسرے ہیں حضرت مولانا فرخند علی فرحت سہسرامی [متوفی ۱۳۵۳ھ] آپ علم فقہ وعلم حدیث میں حیرت انگیز قابلیت رکھتے تھے۔ ہم عصر علما وفضلا اسی سبب سے آپ کی بارگاہ میں اہم ومشکل مسائل شریعت کو لے کر رجوع کرتے تھے اور تسلی واطمینان بخش جوابات پاکر شاداں ومسرور واپس ہوتے تھے اور آپ نے اپنے وطن سہسرام میں مدرسہ خیریہ نظامیہ کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ بھی قائم کیا تھا جو اب تک نہ فقط زندہ ہے بلکہ پوری سرگرمی اور حرارت عمل ونقل کے ساتھ ترویج واشاعت علم دین میں مصروف بھی ہے۔ شاید یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہو کہ حضرت فرحت سہسرامی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے متعلقین ومخلصین میں تھے۔ چنانچہ جب قصبہ گونڈل کاٹھیاوار راجستھان میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منعقد ہوئی اور اس کے اسٹیج سے یہ شوشہ چھوڑا گیا کہ اب سارے سنی

مسلمانان ہند اپنے اعتقادی و نظریاتی اختلافات و تنازعات دفن کردیں اور نیچری و چکڑالوی اور رافضی و قادیانی کے ساتھ رشتۂ اخوت و محبت قائم کریں۔ تو اس وقت امام احمد رضا محدث بریلوی نے اس آواز کی تردید و ابطال پر ایک شان دار ولا جواب رسالہ "الدلائل القاہرہ علی الکفرۃ النیاشرہ" رقم فرمایا۔ ملک کے طول و عرض کے انیاسی اکابرین اسلام نے اس پر تائیدی و تصدیقی کلمات تحریر فرمائے۔ ان میں ایک آپ بھی تھے۔ خیال ہے کہ یہ بات بھی معلومات سے پرے نہ ہو کہ پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی کے ہم پیالہ و ہم نوالہ، عزیز از جاں اور جماعت اہل سنت کے قدآور صاحب علم و قلم و مشہور خطیب حضرت علامہ کامل سہسرامی آپ ہی کے فرزند دل بند تھے۔ موجودہ دور کے مقبول و معروف صحافی اور نامور اہل علم وقلم حضرت مولانا ملک الظفر سہسرامی مدیر اعلیٰ سہ ماہی الکوثر اور مدرسہ خیریہ نظامیہ بارہ دری کے فی الحال نائب مہتمم حضرت کامل ہی کے نور نظر و لخت جگر ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ حضرت لطیفی جس عہد میں مدرسہ و خانقاہ کبیریہ میں درس و تدریس دے رہے تھے مدرسہ کے مطبخ سے کھانا نہیں منگواتے تھے بلکہ اپنی جیب خاص کی رقم سے آٹا، چاول اور دال اور سبزی وغیرہ خرید کر اپنے شاگرد رشید و مرید و خلیفہ حضرت مولانا خواجہ میر نظامی علی سہسرامی [متوفی ۱۳۶۰ھ] کے گھر بھجوادیتے تھے اور انہیں کے ہاں سے ہر وقت کھانا آتا تھا۔ یہ باتیں مجھے میر صاحب قدس سرہ کے پوتے حسن نظامی پرنسپل مسلم انٹر کالج بی این داس روڈ پٹنہ نے بتائی ہیں۔

شادی اور اولاد:

جس زمانہ میں آپ پٹنہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے اسی دوران چھوٹی شیخائین باشندہ لودی کٹرہ پٹنہ سٹی نے اپنی ذاتی کوشش و دلچسپی سے آپ کی شادی بہار شریف کے قریب ایک گاؤں بنام ڈمراواں میں حضرت مولانا سید عبدالکریم مرحوم کی صاحبزادی محترمہ عزیز النساء سے کرائی جن کے بطن سے تین لڑکے مولانا شاہ امام مظفر، حضرت مولانا شاہ مخدوم شرف الہدیٰ اور حضرت مولانا شاہ خواجہ وحید اصغر علیہم الرحمۃ والرضوان تولد ہوئے، جب کہ چار لڑکی پیدا ہوئی۔

[۱] نام معلوم نہیں۔ اس پہلی لڑکی کی شادی سہسرام کے دوران قیام ہی آپ نے چریاپائسی پورنیہ کے قریب بتہا گاؤں ہی میں کردی تھی۔ بتایا جاتا ہے کہ دونوں میاں بیوی شادی کے بعد کچھ ماہ و سال تک حیات سے رہے پھر دونوں انتقال کر گئے۔ [۲] دوسری لڑکی صغریٰ خاتون کی شادی مولانا عبدالمولیٰ چشتی نگر کنہریا سے ہوئی۔ [۳] خدیجہ ان کی شادی جناب محی الدین مہیش پور، تھانہ گوال پوکھر، اتر دیناج پور بنگال سے ہوئی۔ [۴] چوتھی لڑکی عمدۃ النساء کی شادی مولانا وصی الدین صاحب سیتل پور بارسوئی کٹیہار بہار سے ہوئی۔

حضرت لطیفی اور چھوٹی شیخائن:

چھوٹی شیخائن محلہ لودی کٹرہ پٹنہ سٹی کی باشندہ تھیں۔ بڑی پرہیزگار و دین دار اور پارسا عبادت گزار خاتون تھیں۔ خاصی دولت و ثروت اور مال و متاع رکھتی تھیں۔ راہ خدا میں لٹانا اور محتاجون و ضرورت مندوں کی مدد و تعان کرنا ان کا یہ ایک دینی مشغلہ تھا۔ حضرت لطیفی کے چھوٹی شیخائن سے بڑے گہرے مراسم و تعلقات تھے۔ چھوٹی صاحبہ نے خلوص و ہمدردی سے جہاں آپ کی شادی طے کرائی وہیں اس سے قبل ایک زمانہ تک آپ کی کفالت بھی کی تھی۔ پٹنہ سے لکھنؤ اور پھر دہلی کا تعلیمی سفر ان ہی کے مالی سہارے سے ممکن ہو سکا تھا۔

ایک دلچسپ واقعہ:

حضرت لطیفی نے مدرسہ رسول پور کے بعد جب اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بیرون وطن کا رخ فرمایا تو گھر سے چپ چاپ نکلے کسی کو بھی اپنی منزل اور مقصد سے آگاہ نہ کیا۔ لگ بھگ تیس پینتیس برس گھر و علاقہ سے دور ہی رہے۔ اس مدت کے دوران اہل خانہ و اہل خاندان یا پھر دوسرے رشتہ دار و احباب سے آپ کا کوئی ربط و تعلق نہیں رہا۔ خط و کتابت و دیگر ذرائع سے بھی آپ نے ان لوگوں کو کوئی خبر نہ دی، اس عرصہ میں آپ نے تعلیم مکمل کی، تدریسی زندگی کا خاصہ حصہ گزارا پھر بیعت و خلافت کی تحصیل میں مرشد وقت کے پاس کامل بارہ سال رہے۔ یہاں تک کہ شادی بھی فرمائی اور بال بچے بھی ہوئے پھر بھی اپنے گاؤں میں قدم رکھنا نہ ہوا۔ جب مدرسہ

خانقاہ کبیریہ میں رہنے لگے تو ایک دن اچانک کنہریا کا راستہ لیا اور سہسرام سے سیدھا چشتی نگر کنہریا پہنچے۔ حلیہ یہ تھا، شیروانی و پاجامہ اور سر پر پگڑی، اپنے گھر جو آئے تو لوگوں نے سمجھا کہ باہر سے کوئی سیاح یا سائل پہنچا ہے۔ چنانچہ ایک صاحب نے آپ کو آپ ہی کی بیٹھک میں بٹھایا اور پھر آنگن میں خبر کرنے گئے کہ کسی دور کے خطہ سے کوئی عالم آئے ہیں ناشتہ کا انتظام کرو۔ وہ صاحب یہ کہ کر کسی طرف روانہ ہو گئے ادھر حضرت لطیفی اندر گئے اور گھر کے برآمدہ میں بیٹھ گئے۔ عورتوں میں کھلبلی مچ گئی سب ادھر ادھر بھاگیں اور اپنے ہاں کے مردوں سے کہنے لگیں کہ وہ آدمی اندر آکر بیٹھ گیا ہے۔ انہیں کسی طرح باہر بھیجیے۔ اسی اثنا میں ایک جناب آگے بڑھے اور آپ سے پوچھنے لگے آپ کا گھر کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ سمجھیے "یہیں میرا گھر ہے" پھر پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ آپ نے بتایا "حفیظ الدین" اتنا سننا تھا کہ سب دوڑ پڑے۔ اس وقت لوگوں پر حیرت و فرحت کی جو ملی جلی کیفیت طاری تھی اس کو قلم کی زبان سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کو دیکھ کر غم کی ماری ماں سے تو خوشی کے آنسو تھم نہیں رہے تھے۔ آپ سے لپٹ کر اتھاہ خوشی کا رونا رو ہی تھی اور آپ سے جدائی و فراق پر پھوٹ پھوٹ کر اپنے درد و غم کا اظہار کر رہی تھی۔

والدہ کے ساتھ سہسرام روانگی:

حضرت لطیفی جب گھر آئے تو والدہ ماجدہ کو بدحالی میں پایا۔ جائیداد تو بہت تھی لیکن برادری کے لوگوں کے خرد برد کر لینے کے سبب بوڑھی ماں کو کچھ نہیں ملتا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ کو بہت صدمہ ہوا، اس لیے آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کو سہسرام لے جانے کا عزم کیا۔ پہلے ان کے لیے کپڑے بنوائے پھر سامان سفر تیار کیا۔ بعدہ اس بابت رشتہ داروں کو بتا کر سہسرام کی راہ لی۔ گھر پر پالکی منگوائی گئی اس پر آپ نے انہیں سوار کیا اور سالماری ریلوے اسٹیشن روانہ ہوئے۔ یہاں سے آگے کا سفر شروع کیا یہاں تک کہ سہسرام پہنچے، ماں نے جب پوتے پوتیوں کی جھرمٹ کو دیکھا تو خوشی سے پھولے نہ سمائی۔ اب دادی جان کی رات و دن کی سونی گھڑیاں ان بچوں کی پیاری صحبتوں سے آباد ہونے لگیں۔

بیعت وخلافت:

حضرت لطیفی جب تحصیل علم سے فارغ ہوئے اور پھر ملک کے مختلف مدرسوں اور درس گاہوں میں بحیثیت مدرس ایک عرصہ گزار چکے تو اب دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی اور باطن میں یہ شوق و اضطراب جاگا کہ کسی پیر کامل و مرشد برحق کے دامن کو تھاما جائے اور ان کی صحبت میں رہ کر حال باطن کی اصلاح کی جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے بہت سی خانقاہوں کی زیارتیں بھی کیں اور بہتیرے مشہور زمانہ خاصان خدا و بندگان برگزیدہ کے آستانوں پر حاضری بھی دی لیکن دل کی دنیا و من کا آشیانہ جلد کہیں آباد نہ ہو سکا۔ آخر کار بارگاہ منعم پاک متن گھاٹ کی جانب قسمت نے رہنمائی کی اور آپ یہاں صاحب مزار ربانی بارگاہ منعم پاک مخدوم المشائخ سندالواصلین حضرت شاہ محمد منعم کے مزار پر مراقب ہوئے۔ دوران مراقبہ اچانک آیت کریمہ یاایتھاالنفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کی صدائے دل نواز کانوں میں رس گھولنے لگی اور غیبی اشارہ بھی ہوا کہ تمھاری تسکین جاں اور روحانی آسودگی کے لیے منزل بارگاہ عشق میں مخدوم الاصفیا، سندالعارفین حضرت سیدنا مولانا شاہ خواجہ لطیف علی عرف شاہ میاں جان صاحب کے خم خانۂ ولایت سے وابستگی میں ہے۔ آپ نے دیوان لطیفی میں ایک شعر سے اس واقعہ کی جانب اشارہ بھی کیا ہے۔

تا خطاب ارجعی بشنیدہ ام
از وفور وجد رقصانم ہنوز

[دیوان لطیفی، ص:۲۷]

یعنی جب میں نے ارجعی کا خطاب سنا تو وجد و شوق میں اس وقت رقص کرنے لگا۔ اس شعر کے تحت حاشیہ میں ہے:

"قولہ تا خطاب الخ جناب حضرت لطیفی قدس سرہ وقتے در بعض مزارت متبرکہ مراقب بودند ناگاہ ندائے یاایتھا النفس المطمئنۃ الایۃ بشنیدند وازاں وقت زیادت در کیفیت عشقیہ توحیدیہ او نمودن گرفت۔ ۱۲"

یعنی حضرت لطیفی کسی وقت کسی متبرک مزار پر مراقب تھے کہ اچانک ایتھاالنفس الایۃ کی ندا سنائی پڑی۔ اسی وقت ان کی کیفیات

عشقیہ وتوحیدیہ میں اضافہ ہوا۔ اچانک اس باطنی رہنمائی اور غیبی اشارہ کی وجہ سے آپ بارگاہ عشق کھنچے چلے آئے اور بارگاہ کے صدر دروازے تک پہنچ کر رک گئے۔ وہیں سے جھانک کر اندرونی ماحول کی زیارت کرنے لگے اور اس کے دلفریب نظاروں سے دل ونگاہ کو ٹھنڈک پہنچانے لگے۔ ناگاہ آپ کی نظر خانقاہ کے صحن میں تشریف فرمادو نورانی صورت وقدسی صفت بندوں پر پڑی اور پھر ٹھہر گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک سن رسیدہ جب کہ دوسرے جواں سال ہیں اور دونوں پتنگ بازی میں مصروف ہیں۔ حضرت لطیفی نے وہاں موجود ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ بتایا گیا کہ یہ بارگاہ عشق کے منبر ومحراب ہیں اور تاجدار ولایت اور بادشاہ عشق ومحبت حضور سیدنا عشق پاک کے سچے جانشیں وپکے وارث اور وفادار ہیں۔ سرکار سیدنا امیر ابوالعلی قدست اسرارہم کی عزت وعظمت کا بھرم ان ہی حضرات سے قائم ہے۔ اتنا سننا تھا کہ آپ پس وپیش میں پڑ گئے اور سوچنے لگے کہ یااللہ یہ کیا ماجرا ہے کہ مراقبے اور اشارۂ غیبی سے یہیں کے لیے ہدایت نصیب ہوئی ہے اور یہیں کے مردان خدا کی غلامی لوح قسمت پر لکھی گئی ہے لیکن یہاں حال یہ ہے کہ پتنگ بازی کی صورت میں شریعت وتقویٰ کے بالکل خلاف کام ہو رہا ہے۔ آخر جائیں تو کہاں جائیں؟ کریں بھی تو کیا کریں؟ ابھی آپ اسی الجھن میں گم ہیں کہ اسی دوران ان دونوں بزرگ ہستیوں کا گزر صدر دروازے سے ہوتا ہے۔ آپ ٹکٹکی باندھے ان کا دیدار کر رہے ہوتے ہیں، کئی گھڑی انتظار ہی میں کٹ جاتی ہے۔ آپ اپنا قدم نہ آگے بڑھاتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹاتے ہیں بلکہ ایک ستون کی طرح وہیں کھڑے رہ جاتے ہیں۔ پھر منظر بدلتا ہے اب آپ کی آنکھیں یہ دیکھ رہی ہیں کہ وہ دونوں واپس آرہے ہیں اور قریب ہو رہے ہیں۔ مگر اس شان کے ساتھ کہ ان دونوں نورانی بندوں کی مبارک گردنوں سے جو پٹے لپٹے ہوئے تھے وہ ہوا کی دوش پر اس طرح اڑتے نظر آرہے تھے کہ قرآن مقدس کے تیسوں پارے ان میں خوبصورتی کے ساتھ منقش تھے۔ فوراً ہی آپ کے دل کی آنکھوں سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور پورا وجود ہیبت وجلال کے مارے کپکپا اٹھتا ہے۔ آپ بے اختیار سن رسیدہ بزرگ کے قدموں کو بوسہ دیتے ہیں اور گریہ ونالہ کے ساتھ ان سے اپنی غلامی کی بھیک مانگتے ہیں۔ سن رسیدہ شخص بول اٹھتا ہے یاحفیظ علمک حجاب الاکبر یعنی اے حفیظ الدین تم علم کے جس ظاہری عینک سے ہمیں دیکھ رہے تھے اور فکر وتردد میں مبتلا تھے وہ تم جیسے طالب صادق کے لیے آزمائش کے طور پر تھا، یہاں ظاہر کچھ اور ہے اور باطن کچھ اور ہے۔ سن رسیدہ شخص مخدوم الاصفیاء سند العارفین حضرت شاہ خواجہ لطیف علی تھے اور جواں سال آپ کے ہی صاحبزادہ والاتبار حضرت سیدنا مولانا شاہ خواجہ امجد حسین عرف شاہ امیر صاحب تھے۔ اس واقعہ کے بعد آپ بارگاہ عشق کے جاروب کشوں اور بے دم غلاموں میں شامل ہوگئے۔ خواجہ زماں حضرت سیدنا شاہ خواجہ لطیف علی نے سب سے پہلے آپ کی بیعت لی اور پھر ذکر واشغال اور ریاضت ومجاہدہ کے اصول وضوابط بتا کر منازل سلوک وطریقت کی سنگلاخ وادی میں اتارا۔ ایک زمانہ تک آپ اس راہ کے مسافر رہے جب قلب صیقل، روح روشن اور باطن صاف وشفاف ہوگیا۔ یعنی آپ کے اندر اہلیت واستعداد کا مادہ پیدا ہوگیا تو اجازت وخلافت کی نعمت جلیلہ سے نوازے گئے۔ مسلسل بارہ سال تک آپ مرشد کامل کی صحبت بابرکت میں رہے۔ اس دوران آپ نے مرشد کامل کی خدمت وچاکری کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ چوں کہ آپ نے پہلی ہی ملاقات کے وقت دنیا ودنیاوی علائق کو آفتہائے روح ونفس سمجھ کر بارگاہ کے صدر دروازے میں دفن کر دیا تھا۔ اب آپ کی فکر وعمل کی چہار دیواری کے اندر صرف مرشد کامل اور ان سے وابستہ ہر چھوٹی وبڑی چیز کی قدردانی ونگہداشت اور خدمت گزاری ہی رہ گئی تھی اس لیے آپ یہاں صبح وشام جہاں جھاڑو دیتے موم بتی وشمع روشن کرتے اور برتن وسامان خورد ونوش کی صفائی کیا کرتے تھے وہیں بصد شوق وتمنا مربی وشیخ کے ہاتھ پاؤں دباتے اور ان کے لباس وپوشاک کو دھوتے اور ان کے اوگالدان وسلپچی کو مانجھا بھی کرتے تھے۔ بارگاہ میں اگر کوئی مہمان آجاتا تو ان کی خاطر وتواضع اور نازبرداری میں آپ کی رغبت وامنگ

دیدنی ہوتی۔ یہاں ایک واقعہ کا ذکر شاید معلومات افروز ہو کہ آپ جب کبھی شیخ کے موزوں کو دھونے جاتے تھے تو ان کے دھون کو تبرک سمجھ کر پی جاتے تھے اور یہ آپ کا معمول بن گیا تھا۔ کسی ذریعے سے شیخ کو یہ بات معلوم ہوگئی ایک دن انہوں نے آپ سے فرمایا "کیوں مولانا آپ کی یہ حرکت نظافت و نفاست کے خلاف نہیں ہوتی؟ آپ کو علم نہیں کہ نظافت کو نصف ایمان کہا گیا ہے؟ آپ نے ادب وعقیدت میں دوب کر کیا ہی پیارا جواب دیا حضور! ارشاد مبارک کا ایک ایک لفظ سر آنکھوں پر، لیکن یہاں معاملہ یہ ہے کہ غلام کو اسی کثافت میں نظافت کا ایک جہاں اور دوا و شفا کا ایک درنہاں نظر آرہا ہے، بارگاہ مرشد میں حضرت لطیفی کی یہی وہ غلامانہ ادئیں اور نیاز مندی واطاعت پسندی کی مثالیں تھیں کہ جن کے طفیل آپ ذرۂ ناچیز سے آفتاب جہاں تاب بن گئے۔ بارگاہ مرشد میں جب بارہ برس بیت گئے تو مرشد کا حکم ہوا کہ اب مخلوق خداوندی میں تبلیغ وارشاد اور دعوت واصلاح کے فرائض انجام دیں۔ چنانچہ آپ تعمیل ارشاد میں اس سفر پر نکل پڑے اور باقی ماندہ زندگی اسی راہ میں گزار دی۔

کچھ پیرومرشد کے بارے میں:

حضرت لطیفی کے پیرومرشد مخدوم الاصفیا سندالعارفین حضرت سیدنا شاہ خواجہ لطیف علی عرف شاہ میاں جان صاحب قدس سرہ بانی بارگاہ عشق حضرت مولانا شاہ رکن الدین عشق کے پرناتی اور حضرت سیدنا شاہ خواجہ لطف علی کے صاحب زادہ تھے۔ آپ ایک بڑے خدا رسیدہ بزرگ ہونے کے ساتھ زبردست عالم دین بھی تھے، علمی استحضار اور حافظہ اس قدر قوی تھا کہ کسی کتاب ورسالہ کو دیکھے بغیر بڑی جلالت کے ساتھ فقہ تصوف اور علم کلام کے مشکل مسائل ومباحث پر اس طرح لاجواب گفتگو کرتے تھے کہ علما وفضلائے زمانہ حیران وششدر رہ جاتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب بڑے صاحب تصرفات وکمالات بھی تھے، زبان حق سے جو فرمادیتے وہ ہوجاتا۔ ایک شخص کو چہرے پر داڑھی نہ تھی اور وہ اس بات کا طالب تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "میاں تمھارے چہرے پر تو داڑھی ہے" فوراً اس کے چہرے پر داڑھی پیدا ہوگئی۔ [مشائخ نقشبندیہ ابوالعلائی، ص:۱۶۱]

انوار ولایت کے مصنف کے بقول آپ کے خلفا یہ ہیں:

[الف] امیر العارفین حضرت شاہ امجد حسین عرف شاہ امیر [صاحبزادہ وجانشین]

[ب] حضرت مولانا شاہ الطاف علی المتخلص بہ فقیر برادر خورد

[ج] حضرت مولانا شاہ عبدالقادر

[د] حضرت مولانا شاہ حسن جان خان حسن سہسرامی

[ہ] حضرت مولانا حفیظ الدین لطیفی علیہم الرحمۃ والرضوان

۲۷/ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ تاریخ وصال کا قطعہ یہ ہے:

خواجۂ نامور لطیف علی
رونق گلستاں وجہ اللہ
جمعہ وبست وہفت ذی الحجہ
رفت در کارواں وجہ اللہ
گفت یحییٰ خستہ جاں تاریخ
گشتہ فانی بشان وجہ اللہ
[۱۲۹۹ھ]

سہسرام سے کنہریا واپسی:

۱۸۹۲ء میں آپ سہسرام سے وطن مالوف چشتی نگر کنہریا تشریف لائے۔اس وقت آپ کے ساتھ بڑے لڑکے امام مظفر صاحب قیصر منجھلے لڑکے مخدوم شرف الہدیٰ اور بڑی لڑکی خدیجہ ساتھ تھیں۔ حضرت مولانا مخدوم صاحب اس وقت ۳۳/سال کے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ساتھ آپ کے سالے میر صاحب اور ساس بھی آئی تھیں۔یہ حضرات آخر عمر تک آپ کے ہمراہ رہے اور پھر دنیا سے کوچ کر گئے۔ان لوگوں کی قبریں کنہریا اور رحمٰن پور میں ہیں لیکن امتداد زمانہ اور بے توجہی کے سبب اب ان کے نشانات باقی نہ رہے۔ آپ کے کنہریا آنے کے بعد ایک لڑکی صغریٰ اور ایک لڑکا خواجہ وحید اصغر اور ایک لڑکی عمدۃ النساء پیدا ہوئی۔ کنہریا آنے کے بعد آپ نے یہاں ایک مدرسہ قائم کیا جس

میں علاقائی بچے تعلیم پاتے تھے۔آپ مدرسہ میں تعلیم دیتے اور فرصت کے اوقات خانگی ضرورتوں اور کبھی اوراد ووظائف میں مشغول رہتے تھے۔ اسی درمیان آپ نے اپنی بڑی صاحبزادی محترمہ خدیجہ کی شادی اپنے بھتیجے [چچازاد بھائی کے لڑکے] مولانا عبدالمولیٰ سے کردی اور اپنے بڑے لڑکے حضرت مولانا امام مظفر کی شادی اپنی کسی بھتیجی سے کردی۔ جیساکہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ جہالت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ جب شادیاں گھر میں ہی ہوں تو اختلافات سے جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور پھر رفتہ رفتہ تعلقاتی ماحول میں سخت تناؤ جنم لے لیتا ہے۔ یہی سب کچھ یہاں بھی ہوتا رہا اور آپ اپنے خاندان و پڑوس اور گاؤں سے دل برداشتہ ہوتے گئے یہاں تک کہ کنہریا کو خیر باد کہنا پڑا۔

کنہریا چھوڑنے کی وجہ:

منشی بدرالدین آپ کے بھتیجے اور عمر میں آپ سے زیادہ چھوٹے نہیں تھے۔ ان کے لڑکے سے آپ نے اپنی مجھلی لڑکی محترمہ صغریٰ خاتون کی شادی کی نسبت طے کی۔ رسم ورواج کے طور پر پہلے منگنی ہوئی۔ اس موقع پر لڑکے والوں نے اشرفی کا ایک ہار لڑکی کے ہاتھوں میں دیا۔ اس بیچ یہ واقعہ ہوا کہ منشی بدرالدین ایک روز کہیں سے کسی رعیت کو پکڑ کر لائے۔ اس کے ذمے زمین کا خزانہ باقی تھا جسے وہ کافی دنوں سے ٹال رہا تھا۔ منشی جی نے اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیا۔ آپ نے جب اس کا رونا دھونا سنا تو باہر آئے۔ اس کو چھڑا کر اپنی پناہ میں لے لیا اور اس کو اپنی بیٹھک میں بٹھا کر نہانے چلے گئے اور یہ کہا کہ میں آؤں تب اس کا معاملہ حل کیا جائے گا۔ حضرت لطیفی نہانے سے پہلے اپنی زلفوں میں صابن لگا رہے تھے کہ پھر اسی شخص کے رونے کی آواز سنی۔ آپ سخت غیض وغضب میں آئے اور کہا کہ ان کم بختوں نے میری پناہ کا خیال نہیں رکھا اور میری بیٹھک سے اس کو پکڑ کر لے گئے اور مار رہے ہیں۔ اب ہم ان ظالموں سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتے۔ آپ کی منجھلی صاحبزادی صغریٰ خاتون آپ کو کنواں سے پانی بھر کر دے رہی تھیں۔ ان سے فرمایا "بیٹی تم منگنی والا اشرفی کا ہار لاکر دو" آپ اسی غصہ کی حالت میں منشی جی کے پاس گئے اور ہار ان کی گود میں پھینک دیا اور منشی جی سے کہا میں نے اس منسوب کو رد کر دیا۔ اب یہ شادی نہیں ہوگی۔ پھر کھانا کھا کر بیل گاڑی پر روانہ ہوئے اور کنہریا سے منتقلی اور کسی دوسری جگہ مستقل بود وباش کے لیے زمین تلاش کرنے لگے۔ [نوٹ] یہ جو سنا جاتا ہے کہ حضرت لطیفی کو ان ہی کے اہل خاندان وہمسائے اور بستی کے لوگ ایک سازش کے تحت سبھی مل جل کر تنگ کرتے تھے۔ تکالیف اور ایذائیں پہنچاتے تھے بلکہ جینا دوبھر کیے ہوئے تھے۔ اس سلسلے میں میرا اپنا خیال ہے کہ ان باتوں میں حقیقت کے ساتھ کچھ حد تک افسانے کا بھی عمل دخل ہے۔ الزام لگانا تو بہت آسان ہے پر ٹھوس ثبوت ودلیل کے ساتھ کسی بات کا کہنا دشوار امر ہے۔

رحمٰن پور آمد سے قبل ایک عجیب واقعہ:

حضرت لطیفی کے رحمٰن پور آنے سے قبل ایک عجیب واقعہ ہوا۔ وہ یہ کہ جہاں ابھی حضرت لطیفی کا مزار پرانوار ہے وہ جگہ اس وقت ایک چراگاہ کے طور پر تھی۔ عین مزار شریف کے پاس ہی دیمک کی ایک بامی تھی۔ ایک روز اس جگہ ایک فقیر آیا۔ اور بامی کے قریب بیٹھ گیا۔ اس کے بعد بامی کے اندر سے ایک بڑا سانپ نکلا اور کنڈلی مار کر پھن نکالے کھڑا سا ہو گیا اور وہ فقیر اس سے بات کرنے لگا۔ ایک چرواہا جو نوجوان تھا اس نے دور سے یہ دیکھا تو دھیرے دھیرے قریب چلا گیا اور جب زیادہ قریب آیا تو سانپ بامی میں روپوش ہو گیا۔ فقیر نے اس نوجوان سے کہا: بچہ کیا دیکھتا ہے؟ جا یہاں سے! یہاں ایک میلہ لگے گا۔ یہ نوجوان کوئی اور نہیں بلکہ مقدر خان تھے۔ جناب نسیم علی خان وجناب یعقوب خان صاحبان جن کی اولادیں ہیں اور فی الحال رحمٰن پور کے باشندے ہیں۔

روان پور سے برہان پور اور رحمٰن پور تکیہ شریف:

حضرت لطیفی کی آمد سے پیشتر رحمٰن پور گاؤں کا نام روان پور تھا۔ جب آپ یہاں وارد ہوئے تو نام برہان پور رکھا اور عرف میں روان پور بھی لکھا اور بولا جاتا رہا۔

برہان پور نام رکھنے کی وجہ غالبًا یہ ہے کہ آپ کے قریبی اجداد طریقت میں حضرت مولانا برہان الدین خدانما ایک عظیم شیخ طریقت گزرے ہیں۔ [حضرت خدانما مشہور ابوالعلائی بزرگ حضرت

سیدنا مولانا شاہ فرہاد ہلوی ابو العلائی کے مرید و ممتاز خلیفہ تھے۔ آپ کی خانقاہ و مزار شریف لکھنؤ سے متّصل قریہ خالص پور میں ہے] ان ہی کے اسم مبارک "برہان الدین" سے تبرکاً برہان پور مستعار لیا ہو۔ یہ قرین قیاس بھی ہے چوں کہ لفظ برہان بھی کبھی کبھی آپ کے نام مبارک کا لاحقہ بھی بنتا ہے۔ برہان پور نام آپ اور آپ کے شاگرد و مرید اور خلفا و متعلقین کی کوششوں سے زبانی و تحریری طور پر کافی دنوں تک رائج بھی رہا۔ مگر چوں کہ عام لوگوں کی توجہ و اصرار اور معمول اس نام کے ساتھ نہیں رہا۔ اس لیے یہ مشہور و مروج نہیں ہو سکا۔ رحمٰن پور نام کس نے رکھا؟ یا برہان پور سے رحمٰن پور کیسے ہوا؟ اس نام کو کس نے رواج دیا وغیرہ وغیرہ۔ یہ ساری باتیں تحقیق طلب ہیں۔ ہاں رحمٰن پور کے ساتھ تکیہ شریف کے جوڑ کی وجہ یہ ہے کہ حضرت لطیفی کے پیر خانہ بار گاہ عشق کا اصل نام تکیہ عشق ہے۔ اس لیے بطور عقیدت آپ نے تکیہ شریف کو رحمٰن پور یا روانپور کے ساتھ جوڑا تاکہ آستانہ مرشد میں خراج عقیدت پیش ہو سکے۔

رحمٰن پور آمد اور مدرسہ و مسجد کا قیام و تعمیر:

حضرت لطیفی کے جب ترک سکونت کے عزم و ارادہ کی خبر عقیدت مندوں و مخلصوں کو ہوئی تو ان میں جناب شمس الدین سرکار متولی مالو راسٹیٹ اور جناب دھیر علی خان رئیس اعظم رحمٰن پور دونوں آگے آئے اور اس تعلق سے گفتگو کے لیے کنہریا پہنچے۔ وہاں حاضر خدمت ہو کر کہنے لگے کہ ہم لوگوں کی خواہش و تمنا ہے کہ آپ رحمٰن پور میں سکونت اختیار کریں اور اس دھرتی کو اپنے قدوم میمنت لزوم کی سعادت بخشیں۔ حضرت لطیفی نے اپنے ان چہیتے مخلصوں و نیاز مندوں کی خواہش کا احترام و قدر کرتے ہوئے مستقل سکونت کے لیے رحمٰن پور کا انتخاب فرمایا اور یہاں تشریف ارزانی فرمائی۔ فی الحال جس جگہ مدرسہ و خانقاہ اور مسجد و مزار کی عمارتیں نیز خانوادہ کے رہائشی مکانات و حویلیاں وغیرہ ہیں۔ یہ پوری قطعہ اراضی ان ہی مذکورہ بالا حضرات کی نذر کردہ ہے۔ اول الذکر کے خاندان واسٹیٹ کے متعلق معلومات فراہم نہیں ہو سکیں، البتہ موخر الذکر کی اولاد در اولاد میں جناب منشی مقبول احمد خان وحیدی، جناب مولانا عبد الرشید خان رضوی، جناب ماسٹر برکت خان شاہدی، جناب ماسٹر شوکت حسین خان شاہدی وغیرہ صاحبان ہیں جو بقید حیات اور تازہ دم و معیاری زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حضرت لطیفی جب رحمٰن پور آئے تو یہاں چھپر و پھوس کے مکانات تیار ہوئے۔ آپ اہل خانہ کے ساتھ ان ہی گھروں میں رہنے لگے۔ کچھ دنوں بعد سیندھ لگانے کا حادثہ پیش آیا جس سے آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا امام مظفر صاحب کو خیال آیا کہ پختہ مکانات بنائے جائیں۔ چنانچہ جب حضرت لطیفی کسی طویل سفر پر روانہ ہوئے تو حضرت امام صاحب جیسے بلند ہمت و عالی دماغ انسان نے بڑی جلدی میں تعمیر کے لیے ساز و سامان کا انتظام کیا اور ایک عالی شان و خوش قطع عمارت کی بنیاد ڈالی۔ تعمیر کا کام تیز رفتار رہا اور کچھ مہینوں میں بلڈنگ سنور نکھر کر سامنے آگئی۔ حضرت لطیفی جب گھر آئے اور یہ کارنامہ دیکھا تو از راہ مسرت و خوش طبعی میں فرمانے لگے "یہ امام مظفر ہم کو چین سے بیٹھنے نہیں دے گا۔"

حضرت لطیفی مسجد و مدرسہ کی تعمیر کے لیے کافی کوشاں اور فکر مند تھے۔ اس لیے یہاں کی سکونت اختیار کرنے کے کچھ عرصہ بعد ہی یہ کام شروع ہوا۔ پہلے مسجد کی داغ بیل ڈالی گئی جو کچھ ہی مدت میں بن کر تیار ہو گئی لیکن سخت بارش اور طوفان کی وجہ سے ڈھہ بھی گئی۔ پھر دوبارہ تعمیر کا آغاز ہوا اور ۱۳۲۴ھ میں از سر نو مکمل ہوئی۔ مسجد کی تعمیر دوم پر تاریخی قطعہ اس طرح ہے:

زلطف لطیفی برہان پور
بنا گشت مسجد بفیضان عشق
زوجہ الہ وطفیل حبیب
بپاشد زبرکات واحسان عشق
چوں تاریخ تعمیر جستم زدل
رسید از سرحق فرمان عشق
کہ رہرو عشق جوید ہمیں
رہ مسجد رکن و برہان عشق

ان اشعار کو ایک سنگی تختی پر کندہ کیا گیا ہے جو اندرون

مسجد دیوار کے بیچوں بیچ پیشانی پر آویزاں ہے۔

مسجد کی تعمیر کے بعد مدرسہ کی تعمیر کا کام شروع ہوا۔ جو مخیر و دیندار حضرات کی مدد اور تعاون سے حسن وخوبی کے ساتھ چلتا رہا۔ اسی دوران آپ محمدیہ اسٹیٹ ضلع پورنیہ پہنچے اور اسٹیٹ کے متولی سے خاصی زمینیں وقف کرا کے وہاں بھی ایک مدرسہ قائم فرمایا۔ مدرسہ کا نام "اساقت رحمت" رکھا۔ یہ ادارہ اب بھی اسی نام سے موجود ہے۔ آپ یہاں کم وبیش بحیثیت صدر مدرس چھ ماہ رہے۔ پھر وہاں کے ذمہ داراوں سے اجازت لے کر جب رخصت ہونے لگے توان لوگوں نے آپ کو روکا۔ آپ نے فرمایا: "مجھے اپنا گھر دیکھنا ہے اور وہاں مدرسہ کے قیام وتشکیل کو آخری رخ دینا ہے۔ میں نے یہاں تو مدرسہ قائم کر دیا اور چلا کر دکھا بھی دیا۔" مدرسہ اساقت رحمت کے مدرسی عہدہ کو چھوڑنے سے پہلے آپ نے اسی جگہ کے لیے ایک پنجابی عالم فاضل مولانا علاؤالدین پنجابی کو چنا اور تدریس ودیگر متعلقہ امور کا ڈوران کے ہاتھوں میں ڈال دیا۔ [تاریخ پورنیہ، ص: ۱۵۴، از قمر شاداں]

اس کے بعد آپ رحمٰن پور واپس آئے اور مدرسے کا نام مدرسہ خانقاہ لطیفیہ رکھ کر اسے آخری شکل دیتے ہوئے مولانا عابد حسین حضرت مولانا مخدوم شرف الہدیٰ کو درس وتدریس اور اہتمام کی ذمہ داری سونپی۔ جب مدرسہ وخانقاہ اور مسجد کا قیام وتعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی تو آپ تبلیغ دین اور اشاعت علوم دینیہ کا قافلہ لیے پوری سر گرمی وخلوص کے ساتھ میدان عمل میں اترے اور مشرقی بہار وبنگال کے ہر گاؤں اور شہر تک اسلام وسنت کا پیغام پہنچانے لگے اور اپنی تقریر و میٹھی وپیاری گفتگو ونصیحت وہدایت بھرے کلمات سے لوگوں کو راہ راست پر لانے کا تاریخی کارنامہ انجام دیا۔ علاقے میں بڑی جہالت تھی۔ گمراہی وضلالت نے پوری آبادی کو اپنے خونی پنجوں میں لے لیا تھا، لوگ میتوں کو بغیر نماز جنازہ پڑھائے اور مسنون طریقہ پر کفن پہنانے ودفن کرنے کی بجائے یونہی قبروں میں ڈال دیتے تھے۔ کلمہ توحید وتشہد وتجید وغیرہ سے ناواقف تھے۔ وضو بنانے اور نماز کے بنیادی وضروری مسائل سے لاعلم تھے۔ بعض نادان وان پڑھ افراد اپنے گھروں میں مورتی تک رکھ چھوڑتے تھے اور اس کی پوجا کرتے تھے۔ اس سے مرادیں مانگتے تھے اور ان کفریہ حرکتوں کو اسلام سمجھتے تھے۔ ایسا افسوسناک ماحول وحالات تھے کہ رونا آتا تھا اور کلیجہ منہ کو آجاتا تھا۔ حضرت لطیفی نے سماج وماحول کی ان ہی بیماریوں کا علاج کرنا شروع کیا اور انتھک محنت وسعی سے ان ناگفتہ بہ حالات وواقعات پر قابو پایا۔ علم دین کی ترویج واشاعت کے لیے متعلقین وتلامذہ سے حسب حاجت جہاں تہاں مدرسے ومکاتب کھلوائے۔ نماز ودیگر ذکر وعبادت سے لوگوں کو قریب کرنے کی خاطر مسجدوں وخانقاہوں کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح رفتہ رفتہ ماحول وحالات سدھرنے لگے اور ہر چہار جانب اسلام وسنت کا سویرا ہونے لگا۔ حضرت لطیفی رحمٰن پور تشریف لانے کے بعد بمشکل بیس بائیس سال باحیات رہے۔ اسی اثنا میں آپ اور آپ کے رفقا وشاگرد اور خلفا ووابستگان نے جو دینی کارہائے نمایاں انجام دیے۔ آج ان باتوں کی قدر وقیمت اور رحمت وبرکت کا اندازہ ہو رہا ہے۔ موجودہ وقت میں مشرقی بہار اور مغربی بنگال کے اضلاع مثلاً مالدہ، دیناج پور کے اندر جو مذہبی مزاج ورنگ ہے دین پسندی ودین داری کی جو بو ہے، علما وفضلا اور صوفیا وصالحین کی جو نورانی جماعت ہے، مدرسوں، مسجدوں اور چھوٹی بڑی اسلامی درس گاہوں ومکتبوں کا جو جال سا بچھا ہوا ہے مجھے یہ کہنے کی اجازت دی جائے کہ ان میں سے ہر ایک کا رشتہ کڑی در کڑی کسی نہ کسی طرح سے ضرور حضرت لطیفی کی دینی خدمات اور تبلیغی ودعوتی فتوحات سے جاملتا ہے۔

ایک حادثہ جو ہوتے ہوتے رہ گیا:

رحمٰن پور آمد کے ابھی کچھ ماہ وسال گزرے ہی تھی کہ ایک ناخوشگوار والمناک واقعہ سے متاثر ہو کر حضرت لطیفی نے یہاں سے دائمی رخصتی کا اچانک پروگرام بنالیا اور اس امر کا اظہار محفل میں موجودہ مولانا شریف الدین گانگی، مولانا عبدالعزیز اور مولانا سخاوت حسین ومولانا عابد حسین کے سامنے کیا۔ یہ سن کر تمام لوگ پریشان وبیقرار ہوئے اور پروگرام کو منسوخ کرانے کے لیے منت سماجت کرنے لگے۔ حضرت لطیفی کسی طرح آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔

آخر کار حضرت شرف الدین جواب تک خاموش بیٹھے تھے آگے بڑھے اور یہ شعر:

اے تماشاگاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

آبدیدہ ہوکر گنگنانے لگے اور پھر قدموں سے لپٹ گئے ۔ حضرت لطیفی نے فوراً ارادہ منسوخ فرمایا اور سبھوں کو اطمینان و تسلی دلاتے ہوئے دم آخر تک یہاں رہنے کا وعدہ فرمایا[مذکورہ بالا شعر حضرت شیخ شرف الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے یہ اثر آفرینی و سحر انگیز کشش میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ دہلی کا واقعہ ہے کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین اولیا متوفی ۷۲۵ھ کا جنازہ چلا تو قوال حضرت سعدی شیرازی کے اس شعر کی پوری غزل گاتے ہوئے جب اسی شعر:

اے تماشاگاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

پر پہنچے تو شوق سماع نے حضرت سلطان المشائخ پر غلبہ کیا۔ ہاتھ جنازے سے اٹھائے اور چاہا کہ حرکت میں آویں ۔ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح نے امتناع سماع فرمایا اور آپ نے ہاتھ نیچے کر لیا۔ بعض کتب میں درج ہے کہ جب آپ نے ہاتھ جنازے سے اٹھایا اور متحرک ہونے لگے تو حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی نے یہ کیفیت دیکھتے ہی فرمایا "شیخا! باش کہ قدم سید در میان است" پس وہ ہاتھ ٹھہر گیا۔[ضوفشاں شرح بوستاں ص۹، از استاذی حضرت علامہ نصر اللہ رضوی مصباحی استاذ مدرسہ عربیہ فیض العلوم محمد آباد مئو یوپی]

رحمٰن پور آنے کے بعد حضرت لطیفی نے تصنیف و تالیف کا کام بھی اچھا کیا۔ لطائف حفظ السالکین، مکتوبات لطیفی، عجالۂ نافعہ، تلک عشرۃ کاملہ اور ان کے علاوہ مزید تصنیفات و تالیفات یہیں زیور تحریر سے آراستہ ہوئیں ۔ مقام افسوس ہے کہ حضرت لطیفی کی تحریر کردہ کتابوں اور رسالوں کو پھر دوبارہ کبھی چھپایا نہ جاسکا اور نہ ہی انہیں موجودہ زمانہ کے تقاضوں کے لحاظ سے بہترین تہذیب و ترتیب سے گزار کر اور سہل و قابل فہم بنا کر اہل جہاں کو کچھ سیکھنے اور پڑھنے کا موقع ہی دیا گیا جب کہ حضرت لطیفی ہی کی ہم زمانہ بہت سی علمی و فکری اور تبلیغی و روحانی ہستیاں ایسی ہیں کہ جن کی حیات و خدمات اور تصنیفات و تالیفات پر اب تک خاصا کام ہوا ہے اور ہورہا ہے ۔ نتیجتاً خواص و عام آج انہیں جان رہے ہیں اور مان رہے ہیں۔ان کے علمی و قلمی فیوض و برکات سے خود مستفید ہوتے ہیں اور ایک دنیا کو بھی اسی کا موقع دیتے ہیں۔

وفات حسرت آیات:

مشیت خداوندی کو آپ سے جتنا کام لینا منظور تھا اب وہ پورا ہو چکا تھا۔ آپ نے جہاں گراں قدر اور معرکۃ الآرا علمی و قلمی شہ پاروں کو چھوڑا تھا وہیں حضرت مولانا امام مظفر، حضرت مولانا شرف الدین، حضرت مولانا کرامت حسین تمنا اور حضرت مولانا منشی تصدق حسین مشتاق و مولانا عبدالعزیز جیسے صاحبان فضل و کمال اور بحر شریعت و طریقت کے شناوروں کو بھی قوم کی امانت میں دیا تھا، دینی تعلیمات و اسلامی پیغامات ہر گھر آنگن تک پہنچانے اور پوری آبادی کو راہ راست پر گامزن کرنے کے لیے مدارس و مساجد اور دینی مراکز و مذہبی انجمنوں کی بنیاد ڈالی تھی یعنی مختصر یہ ہے کہ اس تبلیغی و عوتی فریضہ کو ایسا عملی جامہ پہنا دیا تھا کہ جو اس خطہ کی تقدیر بدل سکے اور یہاں صالح و پاکیزہ انقلاب بپا ہوسکے ۔لہٰذا اب صرف سفر آخرت کی فکر کی تھی اور خویش و اقارب نیز احباب و رفقا اور مخلصین و متعلقین کو الوداع کہنا تھا۔ ۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء کی شام بعد صلوٰۃ عصر پیام اجل آیا اور آپ دار فنا سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

حضرت لطیفی کی تصنیفات و تالیفات:

حضرت لطیفی کی تصنیفات و تالیفات میں سب سے مشہور و مقبول[۱] دیوان لطیفی " ہے جو مدرسہ خانقاہ کبیریہ کے دوران قیام سے لے کر رحمٰن پور تکیہ شریف کے ورود تک زیر تصنیف رہی۔ اس میں حمد و مناجات بارگاہ خداوندی اور نعت و مدح رسول پاک ﷺ ہیں۔ اولیائے کرام و بزرگان دین کی شان میں بھی منقبت اور قصیدوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ زیادہ تر کلام فارسی زبان میں ہیں۔

فصیح وبلیغ عربی میں بھی بعض کلام ملتے ہیں۔ اردو میں چند ہی کلام ہیں۔ کتاب کے آخر میں دو صفحے پر حالات مصنف درج ہیں۔ جن میں مصنف کی پوری پھیلی ہوئی ستاسی سالہ زندگی کے متعلق فقط دو تین باتیں ہی اشارہ وکنایہ میں لکھی گئی ہیں۔ یہ تصنیف لطیف حجم وسائز کے لحاظ سے بوستاں جیسی ہے۔ کل ۱۶۵/ صفحات ہیں۔ ماہ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ میں مطبع رحمانیہ مخصوص پور مونگیر بہار میں طبع ہوئی ہے۔

[۲] ''لطائف حفظ السالکین'' اس کی زبان فارسی ہے لیکن اردو میں ترجمہ بھی ہے۔ یہ آپ کی دوسری مشہور وزبردست تصنیف ہے۔ نام تاریخی ہے اس لیے کہ سنہ تصنیف ۱۳۱۱ھ نکلتا ہے۔ اس میں لطیفہ عنوان کے تحت تصوف وسلوک کے اسرار ونکات سے متعلق بڑی شان دار ومعلوماتی گفتگو کی گئی ہے۔ یہ بھی ضخامت وسائز میں بوستاں جیسی ہے۔ کل ۱۹۲/ صفحات ہیں اور ۱۳۴۷ھ کو مطبع رحمانی مہندرو پٹنہ میں چھپی ہے۔

[۳] ''مکتوب لطیفی'' یہ آپ کی تیسری معروف وعظیم تصنیف ہے۔ اس کی زبان فارسی ہے لیکن کسی زبان میں مترجم نہیں۔ اس میں چوالیس مکتوبات ہیں جنھیں آپ نے اپنے شاگرد وخلفا اور مریدین ووابستگان کو لکھا ہے اس میں بھی تصوف وسلوک کے حقائق ومعارف کو اجاگر کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ دیگر علوم وفنون کے مباحث ومسائل بھی ہیں۔ یہ بھی حجم وسائز میں مندرجہ بالا کتابوں کی طرح ہے۔ کل ۸۰/ صفحات ہیں ۱۹۲۸ء مطبوعہ سلیمانی پریس واقع محلہ گائے گھاٹ شہر بنارس یوپی میں طبع ہوئی ہے۔

[۴] ''تسہیل التصریف'' ۱۳۱۷ھ [۵] ''جریس الغیب'' ۱۳۱۷ھ [۶] ''جیسر الغیب'' ۱۳۱۷ھ یہ تمام رسالے ہیں جو تاریخی ناموں پر مبنی ہیں اور الگ الگ موضوعات وامور پر مشتمل ہیں۔ ۱۳۱۸ھ میں مطبع لامع النور آگرہ یوپی میں چھپائے گئے ہیں۔ [۸] ''بخشتیں الٰہی نامہ'' ۱۳۱۳ھ [۹] ''خذہ بجد'' [۱۰] ''بما اغنی من الکلام'' ۱۳۱۶ھ [۱۱] ''رقعات لطیفہ'' یہ تمام بھی رسائل ہی ہیں۔ ایک کے علاوہ باقی جملہ تاریخی نام رکھتے ہیں۔ سب فارسی زبان میں ہیں اور مختلف حقائق وامور پر تحریر کیے گئے ہیں۔ سابق مطبع میں طبع ہوئے ہیں۔ [۱۲] ''فوائد نوریہ'' یہ آپ کی وہ گمنام اور نایاب تصنیف ہے کہ جس کا پتہ مجھے پروفیسر اظہر حسین سہسرامی محلہ منڈی کشور خان سہسرام کے خط موصولہ ۱۹/ فروری ۱۹۹۹ء بروز جمعہ سے ملا۔ برسوں پہلے درس نظامیہ میں ابتدائی طلبا کے لیے فن منطق میں ایک چھوٹی سی کتاب ''میزان منطق'' داخل ہوا کرتی تھی۔ فوائد نوریہ اس کی ایک مسبوط وجامع اور معرکۃ الآرا شرح ہے۔ یہ فارسی زبان میں قلم بند کی گئی ہے اور ۱۳۰۵ھ کے بعد یہ بھی آپ کی دوسری تصانیف کی طرح دوبارہ پھر کبھی طبع نہیں ہو سکی۔ اس کے سرورق پر پوری عبارت اس طرح ہے، ''فوائد نوریہ'' مصنف مولوی سید محمد حفیظ الدین مدرس اول مدرسہ خانقاہ سہسرام ناصر الحکام ضلع شاہ آباد بحسن انصرام جناب منشی عابد حسین عابد منیجر صاحب مطبع وایڈیٹر اخبار انیس پٹنہ مطبع احسن المطابع مولوی عبد القادر واقع عظیم آبادی پٹنہ ۱۸۸۷ء فوائد نوریہ میں قطعۂ تاریخ تصنیف وطبع بھی رقم ہوا ہے۔ تاریخ تصنیف کا قطع اس طرح ہے:

حفیظ دین احمد اوستادم
زموج جوش بحر طبع والا
نوشتہ شرح بر میزان منطق
خدا یا فیض او تا حشر بادا
ہمیں مصرعہ سن تصنیف گشتم
بمنطق ایں رسالہ گشتہ زیبا
[۱۳۰۳ھ]

تاریخ طبع کا قطع اس طرح ہے:

زفضل یزداں ذو الہدیٰ
دریں ایام نیکو
زہے شرح متیں مطبوع گردیدہ
کہ شد مقبول پیش طبع انساں
بشارت با دہ ہر سو طالباں را
نقد جاں، پر کردہ دادہ
سواد کحل الجواہر

شد سرمۂ نکتۂ بنیاں
بگفت سال
شدہ مطبوع نادر شرح میزان
[۱۳۰۵ھ]

فوائد نوریہ کے تعلق سے مندرجہ بالا چیزیں پروفیسر موصوف کے دستیاب شدہ خط سے نقل کی گئی ہیں جتنا جو کچھ کہا گیا میں نے ہو بہو نقل کرنے کی مخلصانہ سعی کی ان تمام کے علاوہ عجالۂ نافعہ اور تلک عشرہ کاملہ بھی آپ کی تصانیف ہے، تلک عشرۃ کاملہ قلمی صورت میں میں نے دیکھا ہے اور کچھ حد تک مطالعہ بھی کیا ہے۔ البتہ عجالہ نافعہ کے حوالے سے سنا ہے کہ یہ مطبوعہ ہے اور کسی نفیس موضوع پر مشتمل۔ ”دیوان لطیفی“ میں آپ کی تالیف کے تعلق سے خطبۂ دوازدہی کا بھی دعویٰ کیا گیا ہے۔ مقام افسوس ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود اب بھی زیارت سے شاد کام نہیں ہو سکا ہوں۔

حضرت لطیفی کی بعض کرامات:

جیسا کہ منقول و مسموع ہے کہ حضرت لطیفی کی بہت سی کرامتیں ہیں لیکن چوں کہ فی زمانہ ڈیڑھ دو صدی کے درمیان گزرنے والی علمی و فنی باکمال شخصیتوں کے کماحقہ تعارف کے پیمانے یا پھر ان کی عبقریت اور مقام و مرتبت کا اندازہ لگانے کے ذرائع شخصیتوں کی علمی و قلمی خدمات اور تبلیغی و دعوتی اقدامات نیز ملی و اصلاحی کارنامے ہو کر رہ گئے ہیں، اس لیے کرامات و خرق عادات کی گفتگو کو زیادہ طول نہ دے کر اس حوالے سے صرف تین واقعات تحریر کرتا ہوں۔

[۱] رنگ پور بنگلہ دیش کے علاقے میں مونی مہات نام کا ایک ماہر جادوگر رہتا تھا جو اپنے جادو ٹونا سے اپنے علاقے کے لوگوں کو بہت پریشان کرتا تھا اور طرح طرح کی مصیبت کے جال میں پھانس لیتا تھا، لوگ اس کی حرکت و دفاع سے عاجز تھے۔ ایک دفعہ حضرت لطیفی کا گزر اس علاقے سے ہوا، پریشان حال و مصیبت زدہ لوگوں نے اس جادوگر کے تعلق سے ساری باتیں آپ کو بتائیں اور اس کے ظلم و ایذا رسانی پر قدغن لگانے کے لیے آپ سے درخواست کی۔ چنانچہ ایک دن آپ نے جادوگر کے گھر کا رخ کیا۔ مونی مہات نے جوں ہی آپ کو اپنی جانب آتے دیکھا آگ کا بان آپ کی جانب پھینکا، آپ نے اپنی پگڑی میں اسے لپیٹ لیا اور پھر آپ نے اپنی پگڑی اس کے گھر کی سمت اچھالی جو شعلۂ جوّالہ بن گھر کی چھت کا طواف کرنے لگی۔ مونی مہات اب تک اتنا دیکھ ہی سکا تھا، گھبرا کر بے تابانہ دوڑ پڑا اور آپ کے قدموں سے لپٹ گیا۔ حضرت لطیفی نے پہلے اسے توبہ کرائی اور جادوئی عمل سے باز رہنے کی ہدایت کی پھر اپنے حلقۂ ارادت میں لے کر صالح مسلمان بن جانے کا راستہ دکھلایا۔

[۲] حضرت لطیفی ایک مرتبہ گلاب باغ سے بذریعۂ بیل گاڑی رحمٰن پور کے لیے روانہ ہوئے۔ راہ میں مہانندہ دریا آیا، جب آپ کی بیل گاڑی دریا کے کنارے آئی تو دیکھا گیا کہ دریا میں زبردست طغیانی ہے اور بغیر کشتی دریا پار اترنا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ سوے اتفاق کشتی دوسرے کنارے پر تھی اور کوئی ملاح یا آدمی بھی کہیں موجود نہیں تھا۔ گاڑی بان یہ منظر دیکھ کر بہت رنجیدہ و فکر مند ہوا اور آپ سے عرض کرنے لگا حضور دریا کے پانی و موج کا یہ حال ہے اور ناؤ بھی کنارے پر نہیں ہے، اب سوائے واپس لوٹنے کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ پر بھروسہ کرو اور فکر مند نہ ہو، میں جیسے کہوں اسی کے مطابق عمل کرتے چلو، تم پہلے اپنی آنکھیں بند کر لو پھر دونوں بیل کی پونچھ تھام لو اور بسم اللہ پڑھ کر بے دھڑک گاڑی دریا میں اتار دو، گاڑی بان نے ویسا ہی کیا اور بہ آسانی دریا پار اتر گیا، گاڑی بان کو جب آنکھیں کھولنے کا حکم ہوا تو وہ باسلامت و عافیت دوسرے کنارے پر تھا، نہ بیل پر بھیگنے کے نشانات تھے اور نہ گاڑی پر تر ہونے کے آثار۔

[۳] آپ کے زمانے میں ملک پر حکومت انگریزوں کی تھی۔ علاقے میں پورنیہ یا پھر کٹیہار کے پاس کہیں سڑک پر پل کی تعمیر کا کام چل رہا تھا۔ تعمیر کی نگرانی میں انگریز افسران تھے اور تعمیر میں ہاتھ بٹانے والے علاقائی مزدور دن بھر جتنا کام کر کے فارغ ہوتے اور پھر دوسرے روز کا خیال کر کے سبھی اپنے گھروں کو لوٹتے اور دوسرے روز آ کر دیکھتے کہ سارا بنا بنایا کام بگڑ چکا ہے اور اجڑ چکا ہے، اسی طرح کئی روز تک ہوتا رہا، یہاں تک کہ انگریز افسران کا عملہ

اور دیگر لوگ تنگ آ گئے اور تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ اسی دوران ان لوگوں نے کسی نجومی سے رجوع کیا۔ اس نے بتایا کہ اس مشکل کا حل کوئی درویش و مرد خدا ہی نکال سکتا ہے۔ ہمہ شما کی اس میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ وہ لوگ آپ سے ملاقات کے لیے آئے اور اس مشکل کی گرہ کشائی کے لیے خدمت میں درخواست پیش کی۔ حضرت لطیفی ان لوگوں کی درخواست و اصرار پر وہاں تشریف لے گئے اور پل کے پاس بیٹھ کر کشف کیا، اس کے بعد بتایا کہ یہاں جنوں کے دفینے ہیں، اسی لیے تعمیر میں دقت پیش آ رہی ہے۔ آپ لوگ پہلے یہاں سے دفینوں کو دور کریں پھر تعمیر کا کام شروع کریں۔ چنانچہ وہاں سے دفینوں کو دور کیا گیا اور پھر کام شروع ہوا۔ اب یہ بلا دقت و پریشانی کے حسن و خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچا۔

حضرت لطیفی کے بعض مشہور اساتذہ:

[۱] حضرت علامہ مولانا عظیم صاحب پنجابی

[۲] حضرت علامہ مولانا عبد الحلیم صاحب لکھنوی

[۳] حضرت علامہ مولانا شاہ موسیٰ دہلوی علیہم الرحمۃ والرضوان

حضرت لطیفی کے بعض مشہور شاگرد، مرید و خلفا:

[۱] حضرت مولانا شاہ خواجہ میر نظام علی ولد میر لیاقت علی [کیفیت] شاگرد و مرید اور خلیفہ، سال وفات ۱۳۶۰ھ مزار محلہ کبیر گنج سہسرام۔

[۲] حضرت مولانا صادق علی غازی پوری ولد جناب یاد علی [کیفیت] شاگرد و مرید اور خلیفہ، سال وفات ۳ر صفر المظفر ۱۳۵۳ھ بروز بدھ مزار: محی الدین پور بر سڑا غازی پور۔

[۳] حضرت مولانا شاہ عبد الحئی نظر [کیفیت] شاگرد و مرید اور خلیفہ، وفات ۱۲ر ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ مزار: محلہ بابو شہید قبرستان سہسرام۔

[۴] حضرت مولانا شاہ شرف الدین حفیظی ولد جناب علی بخش [کیفیت] شاگرد و مرید و خلیفہ، وفات ۳۰ر شوال المکرم ۱۳۶۹ھ مزار: خانقاہ گانگی، کشن گنج۔

[۵] حضرت مولانا تصدق حسین مشتاق ولد جناب بخش علی [کیفیت] شاگرد و مرید، وفات اگست ۱۹۲۳ء، مزار، باغ دیولی، دلشاد پور، کٹیہار۔

[۶] حضرت مولانا کرامت حسین تمنا ولد بخش علی [کیفیت] شاگرد و مرید، سال وفات معلوم نہیں مزار: باغ دیولی دلشاد پور، کٹیہار۔

[۷] حضرت مولانا فرخند علی فرحت سہسرامی [کیفیت] شاگرد، سال وفات ۱۳۵۳ھ مزار: محلہ بارہ دری سہسرام۔

حضرت لطیفی کے بعض احباب و متعلقین:

[۱] حضرت مولانا شاہ خواجہ امجد حسین ولد حضرت مولانا شاہ خواجہ لطیف علی سال وفات معلوم نہیں۔ مزار، تکیہ عشق تن گھاٹ پٹنہ سٹی۔

[۲] حضرت مولانا حسن جان خان حسن سہسرامی ولد حضرت مولانا فیض بخش، سال وفات ۱۳۳۴ھ مزار: سہسرام۔

[۳] حضرت مولانا شاہ سید شہود الحق اصدقی ولد مولانا شاہ قیام الدین اصدق، سال وفات ۱۳۳۱ھ مزار پیر بیگھہ بہار شریف۔

[۴] حضرت مولانا شاہ ملیح الدین کبیری سہسرامی، سال وفات ۱۳۵۰ھ مزار: خانقاہ کبیریہ سہسرام۔

[۵] حضرت مولانا علامہ قادر بخش ولد جناب حسن علی، سال وفات ۱۳۳۷ھ، مزار: سہسرام

[۶] حضرت مولانا سید شاہ عبد الغنی سہسرامی، سال وفات: ۱۳۳۸ھ، مزار سہسرام۔

[۷] حضرت مولانا قاضی عبد الوحید فردوسی، سال وفات ۱۳۲۶ھ مزار: پٹنہ

[۸] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ولد علامہ نقی علی خاں، سال وفات ۱۳۴۰ھ مزار، محلہ سوداگراں، بریلی شریف علیہم الرحمۃ والرضوان۔

❁❁❁

حضرت لطیفی کی شخصیت حق وناحق کے مابین خط امتیاز

مفتی مطیع الرحمٰن مضطرؔ رضوی: بانی وسربراہ جامعہ نوریہ، شام پور، رائے گنج، اتر دیناج پور، بنگال

"**جشن صدسالہ**" کے اس تاریخ سازیادگار موقع پر میری حاضری وشرکت اس لیے ضروری تھی کہ "صاحب جشن "یعنی قدوۃ العلما، زبدۃ الفضلا حضرت مولاناشاہ حفیظ الدین لطیفی کی ذات بابرکت جماعت اہل سنت کے حق میں جہاں ایک مشترکہ علمی وروحانی اثاثہ وسرمایہ ہے، محسن وپیشوا ہے، امیر ومقتدا ہے وہیں اس دیار پُر بہار کے لیے ایک صدی قبل کے صالح عقائد ومتوارث نظریات کے حوالے سے وہ معیار بھی ہے جس سے خوش عقیدگی وبدعقیدگی کے مابین خط امتیاز کھینچا جاتا تھا۔ کون سنی ہے اور کون بدعتی ہے ؟ کون بریلوی ہے اور کون دیوبندی ہے ؟ مسلک اعلیٰ حضرت کا کون داعی ہے اور کون کس طرح کا باغی ہے ؟ اس رخ سے آپ کی ہی ہستی سراپا عشق ومستی خراد کے طور پر جانی پہچانی جاتی تھی اور حق وناحق کے درمیان تفریق کا عمل انجام پاتا تھا۔ اگر یہاں کے صاحب زادگان پر بار خاطر نہ ہو تو دوٹوک لفظوں میں کہوں کہ یہ سبھی حضرت ممدوح کے نام پر ایک مدت دراز تک اپنی اپنی دنیا بھی کماتے آرہے ہیں اور ان ہی کی نسبت کے طفیل عوام وخوص میں قابل احترام سمجھے جاتے ہیں لیکن حضرت ممدوح سے اس فقیر اور دیگر افراد واصحاب اہل سنت کا رشتہ خالصتاً لوجہ اللہ ہے اور صرف اور صرف دینی وجماعتی بنیاد پر ہے۔ وہ بنیاد یہ ہے کہ حضرت لطیفی اہل سنت وجماعت کے مسلم الثبوت محسن وپیشوا تھے، رہبرورہنما تھے، میر قافلہ وسالار کارواں تھے۔

اس صدسالہ تقریب میں مجھے دعوت دی گئی اور یہاں کے احباب ومخلصین نے بے حد اصرار بھی کیا۔ اس لیے بندہ حاضر آیا ہے اور ابھی آپ جملہ سامعین حضرات سے مخاطب ہے۔ آج کی اس خوش گوار شب اور پرکیف ماحول میں مجھے وہ ایام یاد آرہے ہیں کہ جب حضرت مولاناشاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان کی قائم کردہ خانقاہ اور مدرسہ لطیفیہ کے سرپر خطرات کے بادل منڈلا رہے تھے۔ ہر چہار سو خوف ودہشت نے پاؤں پسار رکھے تھے۔ اندیشوں وخدشوں کے جراثیم نے پورے ماحول کو اپنی گرفت میں لے رکھا تھا۔ قریب تھا کہ سنیت کی یہ کشتی ڈگمگا جاتی، تھپیڑے اسے اپنی زد میں لے لیتے اور کوئی خلاف امید واقعہ ظہور پذیر ہو جاتا۔ تاریخ کے اس نازک موڑ پر سیمانچل [یعنی کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج، ارریہ] کے تمام علما وفضلاے اہل سنت وجماعت اس منظرنامے سے بے چین وبے قرار ہو اٹھے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے درد اور دین وایمان کی غیرت وحمیت نے مجبور کیا کہ میدان عمل میں اتر آئیں اور خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ کے سرپر منڈلاتے بادل اور اندیشوں وخدشات کے روح فرسا مناظر سے اسے نجات دلائیں۔

یہ خطرات کے بادل باطل عقائد کے نام پر تھے، غلط وفاسد نظریات کے نام پر تھے، اسلام ومزاج شریعت کے خلاف افکار کے نام پر تھے۔ المیہ کی بات تو یہ ہے کہ خطرات وخدشات کی یہ گھٹا کہیں بیرون خانہ سے دراندازی کے لیے پر تول نہیں رہی تھی بلکہ یہ سب کچھ اندرون خانہ کی بات تھی۔ بقول کسے:

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

حضرت لطیفی ہی کا ایک ناخلف ونامراد پوتا تھا جس نے اس دینی وروحانی مرکز کو دیوبندیت وبدمذہبیت کے تیر وکمان سے شکار کرنا چاہا تھا، دیوبندیت کا اژدہا بن کر اس سنیت کے گڑھ کو نگلنے پر کمربستہ تھا۔ ان دنوں میں وطن مالوف سے باہر ادارۂ شرعیہ بہار سلطان گنج پٹنہ میں مقیم تھا اور دارالقضا ودارالافتا کے منصب صدارت کی ذمہ داری نبھا رہا تھا۔ کثرت کار وہجوم افکار سے ہمہ وقت گِھرا رہتا تھا، لیکن علاقائی دردمند وذی ہوش علما وعمائدین نے خطوط ومراسلات اور براہ راست ملاقاتوں کے ذریعے اتنا مجبور کر دیا کہ مجھے بالآخر ادارۂ شرعیہ کو الوداع کہنا پڑا۔ اور دین وسنیت کے تحفظ وبقا کی خاطر یہاں خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمٰن پور میں فروکش ہونا پڑا۔ فقیر کے آتے ہی یہاں کا ماحول اور فضا تبدیل ہونے لگی۔ خطرات کے بادل روپوش ہونے لگے۔ الحمدللہ اندیشوں اور خدشات کے جراثیم فنا ہونے لگے، بلاشبہہ یہ رب قدیر کے نظام قدرت کا کرشمہ تھا اور پیغمبر برحق رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا، اکابر دین متین

کی کرامتیں تھیں، بزرگان ملت وصالحین امت کی نوازشیں تھیں اور بندۂ حقیر کی مخلصانہ جہد پیہم وعزم محکم کے نتائج وثمرات تھے۔ اس تاریخ سازاعتقادی ونظریاتی نزاع واختلاف کو فروکرنے میں یہیں چار سال بیت گئے، اس کے بعد سیمانچل کے اس مرکز روحانیت کا رخ روشن اور زیادہ تاباں اور درخشاں نظر آنے لگا۔ فالحمد للہ علی ذٰلك

ع شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

واضح رہے کہ حضرت لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بنائی خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ کے تعلق سے اس تاریخی معرکہ آرائی میں مخالف نے ہر طرح کے داؤ پیچ کا استعمال کیا۔ علمی وقلمی، بحث ومباحثہ، تکرار ومناظرہ اور قانونی وعدالتی چارہ جوئی وغیرہ۔ مگر بحمدہ تعالیٰ بندہ ہر محاذ پر کامیاب وسرخرو ہوا۔ یہاں یہ بات ذہن نشیں رہے کہ فقیر کا مدمقابل دیوبندی مکتب فکر کے ایک جغادری مُلّا تھا جو بزعم خویش علوم عقلیہ ونقلیہ کا شناور وماہر تھا، دسیوں کتب ورسائل کا مولف ومصنف تھا، پچاسوں علمی ادبی مضامین کا تخلیق کار تھا، اپنی جماعت میں مقامی طور پر اتنا بڑا عالم وفاضل تھا کہ اس جماعت میں دور دور تک اس کا کوئی ہم پلہ وہمسر موجود نہ تھا۔ دیوبندی مکتب فکر کی خوش گمانی وخوش فہمی کے مطابق وہ علمی وفکری میدان کا ایسا رستم زمانہ وسہراب وقت تھا جس سے پنگا لینا کسی کے بس کا روگ نہ تھا۔ مگر قربان جائیے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی کی عطا اور حضور مفتی اعظم ہند کی نوازش پر کہ جب جب اور جہاں جہاں اور جس جس طرح وہ جغادری مولوی اور اس کے شرکاے کار روبرو ہوئے، آنکھ سے آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہر گام اور ہر منزل پر منہ کی کھانی پڑی اور سر بازار رسوائی وذلت کا سامنا کرنا پڑا۔

یہاں ایک بات پھر عرض کردوں حالاں کہ اس سے قبل اولین جلسۂ دستار بندی منعقدہ ۱۹۹۸ء میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت لطیفی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی کے جہاں ہم عصر وہم فکر تھے وہیں آپ کی عہد آفریں وہمالیائی شخصیت کے رفقاے کار وسراپا مخلصین میں بھی تھے۔ تحریک ردندوہ کے جلسۂ عام منعقدہ ۱۳۱۸ھ بمقام پٹنہ میں مشرقی بہار کی نمائندگی کے لیے آپ کا نام نامی اسم گرامی ہی منتخب ہوا تھا۔ نتیجتاً حضرت لطیفی نے ایثار واخلاص کا پیکر مجسم بن کر اس میں شرکت فرمائی تھی اور ہر گام پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ معلوم ہو کہ یہی وہ اجلاس عام تھا جس میں علماے ملت ومشائخ طریقت نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے مجدد ہونے پر اعلان واظہار فرمایا تھا۔ آپ کے اس شرعی منصب کے معترفین میں اوروں کے ساتھ ساتھ حضرت لطیفی بھی تھے۔

مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ کے اولین جلسۂ دستار بندی منعقدہ ۱۹۹۸ء کے اس سابقہ انکشاف حقیقت کی طرح اب کی بار بھی اس جشن صد سالہ کے یادگار ومبارک موقع پر ایک اور تاریخی امرواقعہ کو بے نقاب کرنے جا رہا ہوں، وہ یہ ہے کہ حضرت لطیفی جب شاہجہاں پور یوپی کی کسی قدیم درس گاہ میں درس وتدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے تو علمی مباحثے اور دقیق ومغلق مسائل پر تبادلۂ خیال کی خاطر وقفہ وقفہ سے آپ بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اس طرح ان دونوں ملکوتی صفت بزرگوں کے مابین خوشگوار ربط وتعلق کا سراغ ملتا ہے اور حضرت لطیفی کے تعلق سے عقائد ونظریات کو لے کر شرپسند عناصر کے شور وغوغا کا بھانڈہ بھی پھوٹتا ہے کہ حضرت لطیفی کسی ملا قاسم نانوتوی اور ملا رشید احمد گنگوہی کے طرفدار اور نعوذ باللہ ان کے زہریلے خیالات واعتقادات کے مقر ومعترف تھے، بلکہ سچ یہ ہے کہ آپ کی ذات ستودہ صفات بھی اعلیٰ حضرت ودیگر اساطین اہل سنت وجماعت کی طرح ان مذکور بالا گمراہ گروں اور اعیان دیوبند کے لیے کسی سم قاتل سے کم نہ تھے۔ میرے اس دعوے پر جہاں حضرت لطیفی کی کتب ورسائل کی روشن عبارتیں گواہ ہیں، وہیں میری تحقیق کے نتیجے میں حاصل شدہ حقائق وواقعات بھی ٹھوس ثبوت وشواہد کے طور پر ہیں جن کا میں موقع بموقع تذکرہ کرتا رہتا ہوں۔"

نوٹ: زیر نظر تحریر حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی تخلیق کردہ کوئی مستقل مضمون کے طور پر نہیں ہے بلکہ جشن صد سالہ منعقدہ ۲۲ر اپریل ۲۰۱۲ء مطابق ۳۰ر جمادی الاولی ۱۴۳۳ھ کے اجلاس عام میں وقوع پذیر آپ کی تقریر منیر کے بعض اقتباسات کی تلخیص ہے جو کافی دل چسپ، معلوماتی اور چشم کشا ہے۔ ہیچ مداں نے اپنی کج مج تحریر میں اسے ایک مستقل مضمون کی شکل دی ہے اور اسے "عرفان حفیظ" کا ایک حصہ بنایا ہے۔ اس میں تقاضۂ بشری کے تحت جو کچھ بھی علمی وفنی، لسانی وادبی وغیرہ وغیرہ نقص وخامی اگر جگہ پائی ہے تو ان باتوں کا انتساب ہیچ مداں کی طرف کریں۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ کا دامن ان امور سے بری وپاک ہے۔

مرتب: مولانا نوشاد عالم فیضی تلیا باڑی، اتردیناج پور، بنگال۔
مقیم حال محمد علی روڈ ممبئی

❁❁❁

اظہار حق

حضرت لطیفی کی اعتقادی حیثیت

مفتی آل مصطفیٰ مصباحی: استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

قدیم ضلع پورنیہ اور حال ضلع کٹیہار کا ایک چھوٹا سا گاؤں ”رحمٰن پور“ ہے جو بارسوئی ریلوے جنکشن سے شمال مغرب میں کوئی دس کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے، اس گاؤں کو نہ صرف علاقائی بلکہ ملک گیر شہرت اس وقت حاصل ہوئی جب یہاں کی سرزمین پر ایک نامور عالم دین، فاضل جلیل، تاج الاصفیا حضرت علامہ شاہ حفیظ الدین صاحب لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۲۴۵ھ میں کو آنکھیں کھولیں اور بہت کم عرصے میں اس خطے کو اپنے علم و عمل کی روشنی سے منور کر دیا۔ جن کی بارگاہ کے فیض یافتہ حضرات میں سے اکثر نے دینی درس گاہوں کو سنبھالا اور خانقاہی روایات کو بطور امین محفوظ رکھا، یہ سورجا پوری خطے کی خوش نصیبی ہے کہ جہاں ایسے تبحر عالم دین و تقویٰ شعار صوفی باصفا پیدا ہوئے جنہوں نے دین وسنیت کی اشاعت میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا۔ آج ہم انہیں بزرگوں کے لگائے ہوئے چمن کی آبیاری کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ آبیاری کا حق ادا نہیں ہو پا رہا ہے، پورے علاقے پر ہی نہیں بلکہ جماعت اہل سنت پر ان کا احسان ہے۔ علامہ شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ مذہباً مسلمان، عقیدتاً ماتریدی، مسلکاً حنفی، مشرباً چشتی صوفی تھے۔ وہ ایسے عہد میں تھے جب وہابیت و دیوبندیت اپنی بدعقیدگی کی بدبو پھیلانے میں مصروف تھی۔ آپ نے علاقے کو بدعقیدگی سے بچانے کے لیے بڑی کوشش فرمائی ۔ آپ کی دینی خدمات آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں ۔ آپ اپنے تلامذہ کو بھی دین وسنیت پر گامزن رہنے کی سختی سے تاکید فرماتے۔ مگر آپ کا ایک ناخلف شاگرد و خلیفہ جس کی قسمت میں روز اول سے گمرہی لکھی تھی وہ وہابیت زدہ ہو کر گمراہ ہو گیا۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ذیل میں اسی تعلق سے ایک واقعے اور ایک اہم فتوے کی روشنی میں حضرت علامہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کی اعتقادی حیثیت کو واضح کیا جاتا ہے۔

یہ بات تو اپنوں اور غیروں دونوں کے نزدیک مسلم رہی کہ حضرت علامہ شاہ حفیظ الدین صاحب علیہ الرحمہ جلیل القدر عالم مسلکاً حنفی مشرباً چشتی تھے، سنی صحیح العقیدہ تھے، وہابیت و بدمذہبیت سے دور و نفور تھے، افسوس کہ ان کے بعد ان کی بعض ناخلف اولاد وہابیت و بدمذہبیت کا شکار ہو کر اپنے مورث اعلیٰ کو وہابیت زدہ بتانے کی ناپاک جسارت کر رہی ہے۔ جب کہ یہ زمینی حقیقت کے خلاف ہے، جس پر علامہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کے معتقدات شاہد عدل ہیں۔ انہوں نے زندگی کے آخری لمحے تک دین وسنیت کی تبلیغ و اشاعت فرمائی اور مذہب حق اہل سنت وجماعت پر نہ صرف یہ کہ خود مضبوطی سے قائم رہے بلکہ دوسروں کو بھی اس پر قائم رہنے کی تعلیم و ترغیب دیتے رہے ،جس پر ان کی زندگی کے شب و روز، ان کی درسگاہ، ان کی خانقاہی تعلیم ان کی اعتقادی حیثیت کی شہادت دیتی ہے۔

اس وقت حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی قادری مصنف بہار شریعت کا مجموعۂ فتاویٰ ”فتاویٰ امجدیہ، جلد چہارم“ میرے

پیش نظر ہے ،اس میں ”کتاب السیر“ کے اندر ایک طویل محقق فتویٰ ہے، جو میرے اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

واقعہ کچھ اس طرح ہے کہ علامہ شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کا ایک شاگرد و خلیفہ جو چنڈی پور کا رہنے والا تھا، جس کا نام محمد عابد حسین تھا، اس نے بارگاہ حفیظی میں تعلیم تو حاصل کر لی مگر وہابیوں کے چنگل میں پھنس جانے کی وجہ سے اپنے معتقدات کو مذہب حق اہل سنت و جماعت کے مطابق نہ رکھ سکا۔ وہ امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کی تعریف میں رطب اللسان رہتا، اس کی بدنام زمانہ ”تقویۃ الایمان“ کی تعریف کرتا، ”صراط مستقیم“ کے کفری اقتباسات کو استحسان کی نظر سے دیکھتا، تقویۃ الایمان کے کفریات کو اسلام ثابت کرنے کی پوری کوشش کرتا، سینے میں بدعقیدگی کی بدبو پھیل جانے کے بعد اس نے اپنا قبلہ اپنے استاذ علامہ شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کی بجائے وہابی دیوبندی ملاؤں کو بنالیا، انہیں کی طرف رجوع کرتا، انہیں سے اپنے مسائل حل کراتا اور خود بھی جو کچھ تقریر کرتا حمایت وہابیت میں کرتا، ردوہابیت کا جو مزاج ان کے استاذ گرامی علیہ الرحمہ نے دیا تھا اسے یکسر بدل ڈالا، چنانچہ فرنگی محل لکھنؤ میں زیر تعلیم مولوی لطیف الرحمٰن پورنوی نے ۴؍شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ کو ایک استفتا حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت علیہ الرحمہ کی خدمت میں بھیجا تھا جس میں مستفتی نے یہ صراحت کی ہے کہ مولوی عابد حسین چنڈی پوری، مصنف تقویۃ الایمان اسماعیل دہلوی کو سنی حنفی سمجھتے ہیں اور ان کے مسلک کی صفائی میں ان کے اقوال کی توضیح کرتے ہیں کیوں کہ جب مولوی عابد سے یہ پوچھا گیا کہ اسماعیل دہلوی کی صراط مستقیم کی ایک لمبی عبارت کا ایک حصہ یہ ہے:

”تا اینکہ روزے حضرت جل وعلا دست راست ایشاں رابدست قدرت خاص خود گرفتہ۔“

دوسری عبارت میں ہے:

”از بس کہ نفس عالی حضرت ایشاں بر کمال مشابہت جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم در بدو فطرت مخلوق شدہ۔“

جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ عزوجل ہمارے پیر سے کلام کرتا ہے، یہ پیر خدا سے ہاتھ میں ہاتھ ملا کر باتیں کرتا ہے۔

جب کہ یہ عبارت کفری ہے، کیوں کہ یہ رتبہ تو نبی اور فرشتے کے ساتھ مخصوص ہے، ان عبارتوں میں امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے اپنے جاہل پیر کو خواص انبیا میں داخل کرنے کا دعویٰ کیا اور یہ کفر صریح ہے۔ مولوی عابد نے لکھا اور مذکورہ کفریات کی حمایت و تائید کرتے ہوئے دست قدرت کے دونوں شانوں میں رکھنے والی حدیث کو ذکر کیا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ عزوجل نے حضور اقدس ﷺ سے کلام کیا اس طرح اسماعیل دہلوی کے پیر سے بھی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے شانوں کے درمیان دست قدرت کو رکھا تو اسماعیل کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ مولوی عابد چنڈی پوری نے توضیح میں اسماعیلی کفر کی تائید کی کہ دہلوی کا پیر بھی ویسا ہی ہے جیسا نبی کریم ﷺ تھے۔ کیوں کہ حضور کی طرح اللہ تعالیٰ دہلوی کے پیر سے بھی کلام کرتا تھا۔ اور ہاتھ بھی ملاتا تھا۔ یہ صریح کفر ہے۔ دہلوی کا پیر جاہل تھا مگر دہلوی نے اپنے پیر کی جہالت کو حضور ﷺ کی صفت امیت کے مشابہ کہا یہ بھی کفر ہے۔ اور اس کی تائید و توضیح مولوی چنڈی پوری نے کی اور کفر کی تائید اور کفر سے رضا بھی کفر ہے ۔ مولوی عابد چنڈی پوری سے چند سوالات کیے گئے تھے جس میں خصوصیت کے ساتھ ”حفظ الایمان“ کی اس ناپاک عبارت کے بارے میں پوچھا گیا تھا، جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم غیب کو بچوں پاگلوں جانوروں کے علم سے تشبیہ دی گئی ہے یا ان کے برابر بتایا گیا ہے۔ عبارت یہ ہے:

”پھر یہ کہ آپ [حضور ﷺ] کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے مراد بعض علم غیب ہے یا کل غیب ،اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمرو [ہما شما] بلکہ ہر صبی و مجنون [بچہ و پاگل] بلکہ جملہ بہائم و حیوانات [جانور، چوپائے، الو، گدھا، خچر وغیرہ] کو بھی حاصل ہے۔“ [حفظ الایمان، ص:۷]

سہارن پوری وہابی مفتی نے حفظ الایمان کی عبارت پر حکم لگانے کی بجائے اصول جواب سے ہٹ کر بلکہ قرآن و حدیث سے ہٹ کر یہ جواب لکھا کہ حضور اقدس ﷺ کو علم غیب نہیں تھا، خود رسول اللہ ﷺ اپنے علم غیب کی نفی فرمارہے ہیں۔ مولوی عابد اگر سنی صحیح العقیدہ ہوتا تو اولا وہابی اور سنی کے درمیان فرق و امتیاز کے

لیے کسی سنی دارالافتا کی طرف رجوع کرتا نہ دیوبندی مفتیوں کی طرف، پھر سہارنپوری دیوبندی مفتی کا جواب جو کئی طرح سے غلط وخلاف قرآن وحدیث ہے۔ کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کو علم غیب عطا کیا جانا قرآن وحدیث کی نص صریح سے ثابت ہے۔ مثلاً:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

اللہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسول کے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ

اے عام لوگو! اللہ تم کو غیب پر مطلع نہیں فرماتا ہے لیکن اپنے رسول میں سے جسے چاہتا ہے غیب پر اطلاع کے لیے چن لیتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ﴿۲۴﴾

اور نبی غیب پر بخیل نہیں۔

اسی طرح متعدّد احادیث کریمہ سے حضور اقدس ﷺ کا غیب پر مطلع ہونا ثابت ہے۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا:

”ان اللہ تعالیٰ قد رفع لی الدنیا فانی انظر الیھا والی ما ھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذہ۔“ [طبرانی معجم کبیر، ابونعیم فی الحلیۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ]

ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے روبرو کردیا ہے تو میں اسے اور اس کی تمام چیزوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو۔“ اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ ہم نے جنت کو نہیں دیکھا، جہنم کو نہیں دیکھا، خیر وشر کے احوال کو ملاحظہ نہیں کیا، علامات قیامت کا مشاہدہ نہیں کیا، مگر ان سب پر ایمان اس لیے ہے کہ ہمارے نبی علیہ السلام نے ہمیں ان مغیبات کی خبر دی۔ پھر سہارنپوری دیوبندی کو پتہ نہیں کہ نبی کا معنی ہی ہے غیب کی خبر دینے والا تو نبی کو غیب داں نہ ماننے کا مطلب یہ ہے کہ نبی کی نبوت کا انکار۔ سہارنپوری دیوبندی مفتی نے اپنے غیر متعلق فتویٰ میں جو آیتیں علم غیب کی نفی پر بطور دلیل پیش کی ہیں وہ اس کے دعوے کو ثابت نہیں کرتیں۔ نام نہاد فتوے میں جو آیت ذکر کی گئی، مثلاً:

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ [سورۂ انعام، پ7، آیت:50]

ترجمہ:۔ تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور یہ کہوں کہ میں آپ [خود سے] غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔

دوسری جگہ باری تعالیٰ فرماتا ہے:

وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ [سورۂ انعام پ7، آیت:95]

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔

پہلی آیت میں حضور اقدس ﷺ اپنی ذات سے علم غیب کی نفی نہیں فرمارہے ہیں بلکہ علم غیب کے ادعا اور ذاتی طور پر جاننے کی نفی فرمارہے ہیں۔ آیت کے کلمات پر غور کرنا چاہیے۔ دوسری آیت میں علم غیب کو اللہ عزوجل کے لیے بطور حضور خاص بتایا گیا ہے۔ سہارنپوری دیوبندی مفتی کو یہ پتہ نہیں کہ یہاں مراد علم غیب ذاتی ہے۔ جو یقیناً اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ یہاں علم غیب عطائی کی بات ہے نہ اس سے سیدالانبیاء علیہم السلام سے نفی کی بات، ورنہ بہت سی آیتوں میں تعارض لازم آئے گا۔ مولوی عابد چنڈی پوری نے کسی قسم کا کوئی رد نہ کیا اور سہارنپور جواب کے صحیح یا غلط ہونے سے متعلق دریافت کرنے پر یہ جواب دیا کہ: ”کیا جواب میری زبان پر ہے؟ کئی سو برس کے بعد جواب ملے گا۔“

غور کرنے کا مقام ہے گفتگو وہابیت، گمرہیت اور نبی کریم ﷺ سے علم غیب کے انکار کی ہو رہی ہے۔ اور نہ صرف انکار کی بلکہ ایسے شخص [مولوی اشرف علی تھانوی] کی ایسی عبارت کے بارے میں مستفتی حکم پوچھ رہا ہے جس پر علمائے عرب وعجم نے کفر وارتداد کا فتویٰ دیا اور فرمایا: ”من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر“ جو اس کفر پر اطلاع شرعی یقینی کے بعد قائل کی تکفیر نہ کرے یا اس کے عذاب دیے جانے میں شک کرے وہ بھی کافر

و مرتد ہے۔ اور عابد چنڈی پوری چپی سادھ کر سہارنپوری دیوبندی جواب کی تائید وحمایت کر رہا ہے۔ اگر ایمانی غیرت مردہ نہ ہوتی یا ایمان زائل نہ ہوا ہوتا تو کھلے لفظوں میں چنڈی پوری یہ کہتا کہ وہابی شان الوہیت ورسالت میں گستاخ کا نام ہے اور اشرف علی تھانوی قطعاً یقیناً حتماً کافر و مرتد ہے کہ اس نے حضور مصطفی ﷺ کے علم غیب کی دو قسمیں نکالیں [۱] کل علم غیب [۲] بعض علم غیب۔ کل علم غیب کو عقلاً نقلاً باطل بتایا اور بعض علم غیب کو مانا مگر اس صریح گستاخی کے ساتھ بعض غیب کو ہما شما بچہ پاگل جانور اور چوپایے سے تشبیہ دی اور اس کے برابر بتایا، اور اس پر پوری دنیا کے مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جو ایسا عقیدہ رکھے وہ بلا شبہہ مسلمان نہیں کافر و مرتد ہے۔ مولوی عابد چنڈی پوری نہ یہ حکم لگا سکتے تھے اور نہ وہابیوں کے خلاف تبصرہ کر سکتے تھے۔ کیوں کہ وہ حضرت علامہ ومولانا الشاہ حفیظ الدین صاحب علیہ الرحمہ کے مسلک وعقیدہ سے الگ ہو کر وہابیوں دیوبندیوں کے زمرے میں شامل ہو چکے تھے۔ اور اپنی عقیدت کا مرکز بجائے رحمٰن پور شریف کے دیوبند وسہارنپور کو بنا چکے تھے۔ استاذ و پیر [علامہ حفیظ الدین]، اسماعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' کو ہمیشہ ''تخریب الایمان'' یعنی ایمان کو برباد کرنے والی کتاب بتاتے رہے۔ ان کا نام نہاد مرید وخلیفہ مولوی عابد چندی پوری انگریزوں کی شہ پر لکھی جانے والی ''تقویۃ الایمان'' کی حمایت اور اس کے مصنف کو سنی حنفی قرار دیتے رہے جو وہابیت کی کھلی علامت ہے۔ اس لیے جب ضلع کٹیہار کے ارباب حل وعقد نے استفتا میں مولوی عابد کی ان حرکتوں کو ذکر کر کے حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی امجد علی گھوسوی علیہ الرحمہ والرضوان کی خدمت میں پیش کیا تو انہوں نے اپنے طویل فتوے میں مولی عابد چنڈی پوری کو وہابی وگمراہ اور گمراہ گر بتایا اور حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کو سنی صحیح العقیدہ قرار دیا۔ وہ اپنے طویل فتوے میں فرماتے ہیں:

''یہ شخص پکا وہابی ضال ومضل ہے، مولانا شاہ حفیظ الدین کا مسلک مصنف تقویۃ الایمان سے بالکل الگ وہ اس کی کتاب کو گمراہ کن قرار دیتے تھے۔ اور یہ خلیفہ اس کا موید پھر دونوں کا ایک مسلک کیوں کر قرار پا سکتا ہے؟ جب کہ پیر کے طریقہ کو چھوڑا، مذہب اہل سنت سے کنارہ کش ہوا، وہابیہ کو اچھا جاننے لگا تو خود بھی انہیں میں داخل ہو کر بیعت وخلافت سے دستبردار ہوا کہ یہ چیزیں ایسی نہیں کہ مذہب ترک کرنے کے بعد بھی باقی رہیں۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کرنا ناجائز و حرام اور جو لوگ نادانستہ بیعت کر چکے ہیں وہ اب فوراً علیحدہ ہو جائیں کہ وہ بیعت بیعت ہی نہیں نہ اس بیعت سے کوئی فائدہ متصور، ان کو چاہیے کہ شاہ صاحب کا کوئی دوسرا خلیفہ، مستجمع شرائط ہو تو اس کے ہاتھ پر بیعت کریں ورنہ کسی دوسرے پیر سنی المذہب سے مرید ہوں۔''

''بہر حال جب یہ خلیفہ مصنف تقویۃ الایمان اور اس کتاب کو اچھی نظر سے دیکھتا ہے تو اپنے پیر کے مسلک کے خلاف ہے۔''

بالجملہ جس نے حضور اقدس ﷺ کی شان میں یہ بیہودہ کلام لکھا اس نے بیشک گستاخی اور توہین کی اور وہ بلا شبہہ کافر، اور جو اس کا موید ہے وہ بھی اسی کے حکم میں، مسلمانوں پر لازم کہ ایسوں سے دور رہیں ورنہ شیطان کو گمراہ کرتے دیر نہیں لگتی۔ اعاذنا اللہ تعالی من ذلک۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [فتاویٰ امجدیہ، ج:4، ص:72۔]

مذکورہ بالا تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت علامہ شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ خالص سنی صحیح العقیدہ تھے۔ وہابیت و دیوبنت کی بیخ کنی کرنے والے تھے۔ ایسی سنیت اور ما انا علیہ واصحابی پر قائم رہنے والے عالم وبزرگ کو وہابی فکر کا حامل بتانے کی کوشش کرنا [جیسا کہ ان کے خاندان کے ایک وہابی و دیوبندی مولوی نے کی ہے] قابل مذمت فعل ہے، جس کا حقیقت سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں۔

ع چہ دلاور ست دوزدے کہ بکف چراغ دارد

دراصل آدمی اپنے ہی آئینے میں دوسروں کو بھی دیکھنا چاہتا ہے اور اپنے عیب اور گندگی پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنے بزرگوں پر الزام واتہام کا سہارا لیتا ہے۔ نہ صرف راقم الحروف بلکہ پورا علاقہ مولانا شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کے سنی صحیح العقیدہ عالم دین اور ولی کامل ہونے کی شہادت دیتا ہے۔

❁❁❁

حضرت لطیفی کا ہر لمحہ عشق مصطفیٰ سے سرشار تھا

مفتی ارشاد احمد ساحل سہسرامی: سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

ملک العلما حضرت علامہ شاہ محمد ظفرالدین قادری رضوی علیہ الرحمہ خلیفہ و مسترشد و تلمیذ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے قیام سہسرام کے دورانیے کی معلومات جب فراہم کر رہا تھا، اس وقت حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ [متوفی 1333ھ/1915ء] کے اسم گرامی سے متعارف ہوئے کیوں کہ آپ کے وصال کے بعد ہی خانقاہ کبیریہ کو نئے صدرالمدرسین کی ضرورت محسوس ہوئی اور صاحب سجادہ شاہ ملیح الدین کبیری کی طلب پر اعلیٰ حضرت نے ملک العلما کو سہسرام روانہ فرمایا تھا۔ پھر عزیز القدر مولانا خواجہ ساجدعالم مصباحی جو حضرت شاہ حفیظ کے فرد خاندان ہیں، نے جامعہ اشرفیہ کے دوران ملازمت مجھ سے سہسرامی ہونے کی نسبت سے اپنے جد کریم کے سلسلے میں مآخذ کی نشاندہی چاہی تو دوسری بار یہ مقدس نام ذہن و دماغ کے پردے پر چپک اٹھا اور اب 19/مارچ 2009ء بروز جمعرات دربار حفیظی میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو ایسا لگا کہ جیسے کسی خیابان سعادت میں پہنچ گئے ہوں۔

حضرت شاہ حفیظ ایک صاحب ثروت اور دیندار گھرانے کے فرد، بحرالعلوم علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی، شاہ مخصوص اللہ اور شاہ موسیٰ دہلوی کے فیض یافتہ اور بارگاہ عشق میتن گھاٹ پٹنہ کے دست گرفتہ اور خلیفہ صاحب حال بزرگ تھے۔ درس وافادہ، تصنیف و تالیف، شعروسخن اور اصلاح و تربیت آپ کے مشاغل حیات تھے، آپ کے تلامذہ اور مسترشدین کی خاصی تعداد رہی ہے جو خود بھی بہت بافیض گزرے ہیں۔ ناچیز سلطان شیرشاہ سوری کا ہم وطن ہے جہاں حضرت حفیظ الدین علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کے قیمتی بارہ سال گزارے ہیں۔ اس لیے آپ کی سہسرامی نسبت فیض کا احقر بہت قدرداں ہے۔ خانقاہ عالیہ کبیریہ سہسرام جہاں آپ نے فیوض و نور پائے بھی اور تقسیم بھی کیے اپنے وقت کا ممتاز ترین ادارہ تھا۔ اس کا اپنا بہت قیمتی اور وسیع کتب خانہ تھا، انیسویں صدی میں جب کہ پریس کا رواج نہیں تھا اس کا کبیری پریس تھا۔ اجلۂ علما اس ادارے کے اراکین میں شامل تھے۔ ایسے عظیم اور مرکزی ادارے کی علمی بزم کا صدر نشین ہونا خود اپنے آپ میں حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کی عظمت کا اعلامیہ ہے۔ یہی خانقاہ کبیریہ ہے جہاں آپ کی نسلیں رواں ہوئیں، جہاں آپ کی کئی تصانیف مکمل ہوئیں۔ جہاں آپ کے ممتاز اور قابل فخر تلامذہ کی صفیں تیار ہوئیں۔ ان میں حضرت مولانا شاہ محمد عثمان سہسرامی مہاجر مکی استاذ جامعہ صولتیہ مکہ مکرمہ بہت تقدس مآب، صاحب وجاہت اور علمی و روحانی سطح پر بافیض شخصیت گزری ہے۔ حضرت علامہ شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ کی دوسری خصوصیت تصلب فی الدین ہے، جس نے ناچیز کو خصوصیت کے ساتھ متوجہ کیا۔ ردّ ندوہ کے اجلاس میں شرکت اپنے تلامذہ کو وہابیوں کی سرکوبی کے لیے آمادہ کرنا اور اپنے فرزند دلبند کو دارالعلوم دیوبند کے سائے سے دور رکھنا آپ کے مذہبی تصلب کی دلیل ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے ذیشان خاندان کے دو جلیل القدر فرزند حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی

اور حضرت شاہ موسیٰ دہلوی کے فیض یافتہ شاگرد تھے۔ یہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ہندوستان میں ردوہابیت میں پہل کی اور نمایاں کردارادا کیا، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ سے شاہ حفیظ کو خصوصی ربط تھا۔

تصنیفی سطح پر آپ کی بیس سے زائد یادگاریں ہیں، بیشتر یا تو تصوف سے متعلق ہیں یادرسیاتی کتب کی شرح وتحشیہ سے۔ مزاج صوفیانہ اوراصلاحی تھا، اس لیے تصنیف میں بھی وہی رنگ نمایاں ہے۔ فارسی زبان پر خاص دسترس تھی، اس لیے تصنیف اور شعروسخن کی زمین زیادہ ترفارسی رہی۔ اسلوب متوسط طرز کے فارسی ادب کی نمائندگی کرتا ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا کسی مرکزی یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی سے حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ پر کوئی صاحب ذوق پی ایچ ڈی کرلیتے۔

غرض ہرسطح پر حضرت شاہ حفیظ الدین علیہ الرحمہ نے اپنے مقصد تخلیق بہترین طریقے سے پورا کیا ہے۔ شان عبدیت برقرار رکھی ،ہرسطح پرفیض رساں رہے ،خداترس خداشناس، خداجو اور خداپرست رہے۔ پیشانی کسی دنیادار کے سامنے خم نہ ہوئی ۔ ہرسانس ذکرخدا، یاد مصطفیٰ سے آباد تھی، ہرلمحہ عشق مصطفیٰ سے سرشار تھا، ہرپل امت مصطفوی کی خدمت میں مصروف اس لیے آپ کے حصار کرم میں جن وانس دونوں نیازمندگروہ سمٹے ہوئے تھے اورزمانے کی گردش آپ کی نگاہ کرامت کی گرفت میں تھی اور کیوں نہ ہو۔

کی محمد سے وفا تونے توہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیالوح وقلم تیرے ہیں

❁❁❁

امام احمد رضا محدث بریلوی کے ایک گم نام معاصر

مولانا ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی: استاذ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری ایک خدا رسیدہ بزرگ اور ولی کامل شخصیت کا نام ہے۔ ان کی ولایت اور بزرگی کا علم مجھے بچپن میں ہی اپنے گھر والوں سے ہو گیا تھا۔ میرے والد گرامی جناب محمد جمیل اختر اشرفی مرحوم اکثر بیان کرتے تھے کہ جد امجد جناب عبد اللطیف سرکار پر ان کا سایہ اور ان کی نظر کرم ہمیشہ رہا کرتی تھی۔ یہ ان کی نظر کرم اور خصوصی نگاہ ولایت ہی کی بات تھی کہ جد امجد نے بحسن وخوبی مدت دراز تک بائیس بستیوں کی سرداری اور پنچایتی کی خدمت انجام دی۔ اس لیے جد امجد بھی ان سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھا کرتے تھے۔ غالباً دونوں کے مابین پیری مریدی کا بھی رشتہ تھا۔ اس لیے جب کبھی بھی حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری مادھے پور کے قرب وجوار میں تشریف لاتے تو جد امجد جناب عبد اللطیف سرکار کے یہاں ضرور تشریف لاتے تھے۔

یہ تو میرے بچپن کی بات تھی، لیکن اب وجدان کی بات ہے ،کیوں کہ جب سے میں نے میدان علم میں قدم رکھا ہے تب سے اب تک مولانا حفیظ الدین علیہ الرحمہ کی ولایت وبزرگی کی شہرت سنتا ہی رہتا ہوں۔ یہی نہیں بلکہ میری عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم بھی رحمٰن پور تکیہ شریف سے ہی شروع ہوئی۔ ایک سال تک مجھے ان کے جوار کرم میں رہنے کا شرف حاصل رہا اور صبح وشام مزار اقدس کی زیارت سے اپنے آپ کو میں مشرف کرتا رہا۔ گاہ بگاہ خانقاہ شریف میں ولایت وکرامت کا واقعہ بھی سنتا رہا، لیکن آپ کی یہ شہرت مشرقی بہار کے چند مخصوص ضلع تک بحیثیت پیر وفقیر عوام وخواص کی زبان ہی تک محدود ہے۔ اخبار ورسائل ،میگزین وماہناموں میں کہیں دور تک آپ کا تذکرہ نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ عرس کی رپورٹ تک شائع نہیں ہوتی۔

1978ء سے میں یوپی کی سرزمین پر ہوں ادھر کہیں بھی اور کبھی بھی آپ کا تذکرہ کسی سے نہ سنا اور نہ ہی اخبار ورسائل میں کوئی مضمون پڑھا۔ اس کمی کی نشاندہی کراتے ہوئے اور ان کے خاندان والوں کو احساس دلاتے ہوئے حساس طبیعت مفکر حضرت مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی رقم طراز ہیں:

”ان [مولانا حفیظ الدین رحمٰن پوری] کے وصال کو اب سو سال ہونے والے ہیں۔ اس طویل مدت میں ان کی اولاد واحفاد نے ان کے لیے کچھ نہیں کیا نہ کسی اور کو اس طرف توجہ دلائی۔ ان کی کتب ورسائل کو دیکھ کر وہ ایک خالص علمی وفکری شخصیت معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے اہل خاندان نے ان کو محض ایک صوفی پیر کی حیثیت سے مقامی طور پر ہی متعارف کرایا ہے۔“

تکیہ رحمٰن پور میں ایسا نہیں کہ علمی شخصیات موجود نہیں۔ موجود تو ہیں مگر علمی ذوق بیدار نہیں اور جو بیدار ہے وہ ہرگز اپنا نہیں ،راکھ کے ڈھیر سے اب ایک چنگاری سلگنے لگی ہے۔ وہ ہے صاحبزادہ والا تبار خواجہ ساجد عالم مصباحی ذی العلم والافکار۔“ [کاملان پورنیہ:132]

یہ اسی مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی کی جدوجہد اور کوششوں کا نتیجہ اور ثمرہ ہے کہ آج ہم اور آپ مولانا حفیظ الدین علیہ الرحمہ کے جشن صد سالہ میں شرکت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ موصوف چند سال سے عرس حفیظی کی رپورٹ وغیرہ کو ماہنامے وغیرہ میں شائع کرا رہے ہیں اور چند کتابچے بھی شائع کرا چکے ہیں۔ جو آج ماخذ ومراجع کے کام آ رہے ہیں۔ خواجہ صاحب نے ہی مجھے بذریعہ فون جشن صد سالہ میں شرکت کی دعوت پیش کی اور حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری پر مقالہ لکھنے کی فرمائش کی۔ موصوف کی دعوت اور فرمائش پر میں حاضر ہوں اور مقالہ حاضر خدمت ہے۔ گر قبول افتد زہے عزوشرف۔

میرے مقالے کا عنوان ہے ”امام احمد رضا محدث بریلوی کے

ایک گمنام معاصر "عنوان کی مناسبت سے ضروری ہے کہ پہلے میں امام احمد رضاخاں فاضل بریلوی کی شخصیت پر کچھ روشنی ڈالوں۔ پھر مولانا حفیظ الدین رحمٰن پوری کی ذات والاصفات پر خامہ فرسائی کروں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی:

امام عشق ومحبت، مجدد دین وملت امام احمد رضاخاں قادری علیہ الرحمہ 10/ شوال المکرم 1272ھ مطابق 14/ جون 1856ء کو محلہ جسولی موجودہ نام ذخیرہ بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کا پیدائشی نام محمد اور تاریخی نام المختار ہے۔ جد امجد مولانا رضا علی خاں قدس سرہ نے آپ کا اسم گرامی احمد رضا رکھا۔ آپ کی ذہانت وفطانت کا عالم یہ تھا کہ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن پاک کا ناظرہ ختم کر لیا، چھ سال کی عمر میں مجمع عام کے سامنے بر سر منبر میلاد پاک کے موضوع پر تقریر کی، آٹھ سال کی عمر میں درس نظامی کی مشہور و معروف کتاب ہدایۃ النحو کی عربی زبان میں شرح لکھی، تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کر کے دستار فضیلت حاصل کی۔ اسی دن آپ نے رضاعت کا پہلا فتویٰ لکھا۔ اسی فتویٰ کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد رضا خود ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان 1286ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی 14/ شعبان 1286ھ کو منصب افتا عطا ہوا اور اسی تاریخ سے بحمدہ تعالیٰ نماز فرض ہوئی۔ اور ولادت دس شوال المکرم 1272ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق 14/ جون 1856ء 11 جیٹھ سدی 1913ء سمبت کو ہوئی تو منصب افتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر 13/ سال دس مہینہ چار دن کی تھی۔ جب سے اب تک برابر یہی خدمت دین لی جارہی ہے۔ والحمدللہ [حیات اعلیٰ حضرت ص:323-324]

امام احمد رضا قدس سرہ نے چودہ سال کی عمر سے دینی، ملی، مذہبی اور ادبی خدمات انجام دینا شروع کر دیا تھا۔ 70/ سے زائد علوم وفنون کا یہ بحر ذخار کفر والحاد کی تیز وتند آندھیوں اور ضلالت وگمراہی کی باد سموم کو دیکھ کر پوری تندہی کے ساتھ اس کے خلاف سینہ سپر ہو گیا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

"دفع گمراہاں میں جو کچھ اس حقیر ہیچ مداں سے بن پڑتا ہے الحمدللہ 14/ برس کی عمر سے اس میں مشغول ہے اور یہ میرے رب کریم کے وجہ کرم کو حمد کہ اس نے میری بساط میرے حوصلے میرے کارناموں سے ہزاروں درجہ زائد اس سے نفع بخشا۔" [فتاویٰ رضویہ ،مطبوعہ رضا اکیڈمی، ممبئ]

رسم بسم اللہ خوانی کی محفل میں ہونے والے حیرت انگیز انکشافات نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے علمی وقعت کی وضاحت کر دی تھی۔ اشارہ مل گیا تھا کہ یہ بچہ آگے چل کر اقلیم علم وفن کا تاجدار بننے والا ہے اور علم وادب کے افق پر ایسا درخشندہ آفتاب چمکنے والا ہے کہ جس کی تابناک کرنوں سے ہر خاص وعام فیض یاب ہوگا۔ آخر کار وہ مقولہ سچ ہوا، دنیا نے اپنے ماتھے کی نگاہوں سے دیکھا کہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کا نام جس طرح دنیاے فکر وتحقیق میں مشتہر ہے۔ بزم شعر وسخن اور علم وادب میں بھی ان کا نام روشن اور تابندہ ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے یوں تو قریباً ستر علوم وفنون پر مشتمل بارہ سو کتب ورسائل تصنیف فرمائیں لیکن ان تصنیفات وتالیفات میں ترجمۂ قرآن کنزالایمان آپ کا ایک ایسا کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ اردو ادب پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ ترجمہ ایسا شاہ کار ہے جو اعلیٰ حضرت کی رموز قرآن سے واقفیت اور شان الوہیت کی معرفت اور تعظیم رسالت کی شہادت پر روشن دلیل ہے۔ ساتھ ہی ساتھ فرقہاے باطلہ کے مترجمین کے ترجمے پر ایک ضرب کاری ہے نیز عقائد حقہ کی پہچان اور علامتی نشان بن گیا۔ اعلیٰ حضرت کی ہمہ جہت شخصیت کا تعارف کراتے ہوئے کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

وادی رضا کی کوہ ہمالہ رضا کا ہے
جس سمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے
اگلوں نے تو لکھا ہے بہت علم دین پر
جو کچھ اس صدی میں ہے وہ تنہا رضا کا ہے

ایک گمنام معاصر:

اعلیٰ حضرت کے رفیق کار، ہم نوا اور ہم خیال، ہم عصر مولانا شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری علیہ الرحمہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے جو اپنے آپ میں بہت کچھ ہونے کے بعد بھی گمنامی کی وادی میں محو استراحت ہے۔ ان کی حیات وخدمات کو لوگوں نے ایسا فراموش کر دیا ہے کہ آج وہ

ایسا گمنام ہیں کہ شاید دنیائے علم وادب میں کبھی ان کا وجود ہی نہیں تھا۔ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی سے عقیدت و محبت رکھنے والے اور ان کے رفقائے کار حضرات کی گمنامی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب رقم طراز ہیں:

"ماضی قریب کی ہماری ان شخصیتوں میں جنھیں امام احمد رضا کا قرب میسر آیا۔ بڑے قیمتی آبگینے مستور ہیں۔ ان آبگینوں کی شعاع ریزی سے ہر قافلہ حیات اپنی کامیاب سمت متعیّن کر سکتا ہے۔ مگر غفلت شعار قوم نے ایسے لعلوں کو طاق نسیاں کی نذر کر دیا ہے کہ جنھیں ترازو کے جس پلڑے پر رکھ دیا جائے وزن کے بوجھ سے ہیرا جھک جائے۔" [معارف محسن ملت، ص:295]

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی حیات و خدمات کے اہم گوشوں کو اجاگر کیا جائے اور قرطاس قلم کے سپرد کر کے دنیائے علم و دانش کی معلومات میں اضافہ کیا جائے نیز تاریخ کے اوراق میں ایک نیا باب قائم کیا جائے۔

تلخ حقیقت:

حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری علیہ الرحمہ کا تعلق ایسے صوبہ سے تھا اور ہے جس صوبے کے باشندوں کو دوسرے صوبے کے لوگ نہ جانے کیوں تذلیل و تحقیر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں؟ اسی پر بس نہیں بلکہ نوبت بایں جا رسید کہ اس صوبے سے منسوب لفظ بہاری کو گالی پر محمول کیا جا رہا ہے۔ لوگ آج کل اسی معنی پر اس کو استعمال کر رہے ہیں، جسے دیکھو یعنی ہر ایرے غیرے یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ دیکھو وہ بہاری جا رہا ہے، وہ بہاری آرہا ہے، تم بہاری ہو جاؤ وغیرہ وغیرہ۔ اس کا احساس تو مجھے کافی دنوں سے تھا لیکن گزشتہ بہار کے ودھان سبھا الیکشن کے بعد روزنامہ اخبار میں کھلا خط کے کالم میں ایک مضمون چھپا تھا جس میں مضمون نگار نے موجودہ وزیر اعلیٰ نتیش کمار سے اپیل کی تھی کہ آپ وزارت اعلیٰ کا قلمدان سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کریں کہ بہار کا نام بدل دیں تاکہ بہار میں بسنے والے لوگوں کو دوسرے صوبوں کے لوگ بہاری کہہ کر نہ پکاریں۔ ذلت و رسوائی کی حد ہو گئی اور لفظ بہاری سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔ نہ جانے اس کے ساتھ کیسی ٹریجڈی ہوئی ہوگی کہ انہوں نے وزیر اعلیٰ بہار کو اس طرح کا خط لکھا۔ اس طرح کا حادثہ اب اکثر و بیشتر ہوتا رہتا ہے۔ بہار کے باشندوں کے ساتھ آخر ایسا برتاؤ کس جذبے کے تحت کیا جا رہا ہے؟ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بہار کے لوگ کسی بھی میدان میں کسی دوسرے صوبے کے لوگوں سے پیچھے نہیں ہیں۔ علم و حکمت ہو خواہ میدان سیاست، صنعت و حرفت ہو خواہ میدان تعلیم و تربیت، کسی بھی معاملے میں پیچھے نہیں ہیں۔ پھر بھی انہیں تذلیل و تحقیر کی نگاہوں سے آخر کیوں دیکھا جاتا ہے۔ جب کہ قرآن کریم کا فرمان ہے "ان اکرمکم عنداللہ اتقکم"، حدیث پاک میں بھی مروی ہے کہ کسی گورے کو کالے پر فوقیت نہیں کسی عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں اس کے باوجود صوبائی عصبیت کیوں؟ تذلیل و تحقیر کیوں؟

لہٰذا اہل علم و دانش اور ارباب فکر و نظر کو اس پہلو پر غور کرنا ہوگا اور یہ سوچ بدلنی ہوگی۔ کیونکہ کسی کی تذلیل و تحقیر شرعاً منع ہے۔ بہر کیف میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مولانا حفیظ الدین رحمٰن پوری کا تعلق ایک ایسے علاقے اور صوبے سے تھا اور ہے کہ اس علاقے کو سیاسی، اقتصادی، معاشرتی طور پر مرکزی حکومت نے بھی نظر انداز کیا ہے ۔ اتنا بڑا صوبہ ہونے کے باوجود وہاں کوئی بڑی دانش گاہ نہیں، کوئی مرکزی ادارہ نہیں، کوئی بڑی فیکٹری نہیں، کوئی میل نہیں، حد تو یہ ہے کہ گاؤں سے شہر جانے کے لیے کوئی مناسب ذریعہ نہیں، پکی سڑک نہیں۔ اب چند سالوں سے پردھان منتری یوجنا کے تحت پکی سڑک بن رہی ہے جس سے یوماً فیوماً ترقی اور خوش حالی تیزی پکڑ رہی ہے اور پروان چڑھ رہی ہے۔ اب مہینوں کا کام ہفتوں اور ہفتوں کا کام گھنٹوں میں ہونے لگا ہے۔ اسی حرکت و سرعت کا نتیجہ یہ جشن صد سالہ کا عظیم الشان پروگرام ہے۔ اب ضرورت یہ ہے کہ اپنے اندر بیداری پیدا کی جائے ۔ تحریک و تنظیم کی صورت اختیار کر کے معدن علم و حکمت کے چھپے ہوئے لعل و گوہر کو علم و عمل کے بازار میں لایا جائے۔ میرے خیال سے اس کی پہلی کڑی مولانا حفیظ الدین رحمٰن پوری کا جشن صد سالہ ہے۔ اب اس طرح کا پروگرام ہونا چاہیے تاکہ گم گشتہ اور گمنام حضرات کی تاریخ سے ہماری موجودہ نسل باخبر ہو سکے۔

مولانا شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری کا تعارف:

آپ کا نام نامی اسم گرامی حفیظ الدین اور تخلص لطیفی تھا۔ آپ

کی پیدائش شیخ حسین علی موضع چشتی نگر کٹہریا ضلع پورنیہ [بہار] کے ایک صاحب ثروت زمیندار کے گھر میں تقریباً 1245ھ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر سے قریب رسول پور گاؤں کے ایک مدرسہ میں ہوئی اعلیٰ تعلیم کے لیے آپ پٹنہ اور دہلی بھی تشریف لے گئے۔ آپ کی اعلیٰ تعلیم اور درس و تدریس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی رقم طراز ہیں:

"آپ نے دہلی میں شہریار علم حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خانوادہ کے چشم وچراغ حضرت مولانا مخصوص اللہ و حضرت مولانا شاہ موسیٰ علیہم الرحمۃ والرضوان کی درسگاہوں میں کسب علم کیا اور اخذ علوم و عرفاں میں خاطر خواہ حصہ اٹھایا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں علوم ظاہری سے فراغت حاصل کی۔ بعدہ اساتذہ نے مسند درس و تدریس آراستہ کرنے کا حکم دیا۔ تعمیل ارشاد میں مدرسہ فیض الغربا آرا بہار تشریف لائے جہاں مدرس اول کے منصب پر فائز ہوکر چار سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ علاوہ ازیں شاہجہاں پوار یوپی، بھاگل پور بہار کے کئی دارالعلوم میں بھی سالہاسال یہ مشغلہ جاری رکھا۔[حیات حفیظی، ص:12]

تحریک جدوہ:

ندوۃ العلما کے خلاف جب تحریک جدوہ کی بنیاد پڑی تو ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں جلسے اور کانفرنس ہوئیں اور کافی زور وشور سے اس کی مخالفت ہوئی۔ اس مخالفت میں مولانا شاہ حفیظ الدین رحمٰن پوری بھی اعلیٰ حضرت بریلوی کے دوش بدوش شریک سفر اور رفیق کار رہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس تحریک میں شامل ہونے کے لیے آپ کو خصوصی دعوت نامہ پیش کیا جس کا ذکر حضرت علامہ قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی نے اپنی کتاب دربار حق وہدایت میں کیا ہے۔ اس کا اقتباس پیش کرتے ہوئے مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی "حیات حفیظی" میں رقم طراز ہیں:

"ملک گیر سطح پر بڑے بڑے مرکزی شہروں پٹنہ ،کلکتہ ،بنگلور، مدراس وغیرہ میں عظیم الشان و تاریخ ساز جلسے و کانفرنس ہوئیں ۔پٹنہ میں ہفت روزہ اجلاس منعقد ہوا جو 5/ تا 11/ رجب المرجب 1318ھ کی تاریخوں میں تھا۔ اس میں ملک بھر کے 313 چیدہ چیدہ اعاظم علماو مشائخ کرام مدعو کیے گئے۔ مشرقی بہار کی نمائندگی کے لیے محب الرسول تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حضرت لطیفی کا انتخاب فرمایا اور دعوت شمولیت وشرکت دی۔ حضرت لطیفی شرکت کے لیے پٹنہ تشریف لے گئے اور اجلاس کی ساری کارروائیوں اور سرگرمیوں میں نمایاں حیثیت سے اختتام تک شریک رہے۔ پھر آپ یہاں سے کاروان جدوہ کا مستقل حصہ بن گئے اور مدراس کے آخری اجلاس تحریک منعقدہ 1920ء تک متحرک وفعال ہوکر شریک رہے۔[حیات حفیظی، ص:23]

مذکورہ بالا اقتباس سے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی نظر میں مولانا شاہ حفیظ الدین کی عظمت واہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تصنیفات و تالیفات:

مولانا حفیظ الدین رحمٰن پوری صرف پیر فقیر یا صرف مدرس ومقرر ہی نہیں تھے بلکہ آپ میدان تصنیف و تالیف میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ آپ کی مطبوعہ کتابوں کی تعداد چودہ ہے۔ اس کے علاوہ غیر مطبوعہ بھی ہیں ۔ تصنیفات و تالیفات کا ذکر کرتے ہوئے "حیات حفیظی" کے مولف رقم طراز ہیں:

"آپ نے تقریباً تمام علوم وفنون حدیث وفقہ، کلام وتصوف ، صرف ونحو، منطق وفلسفہ ،عربی وفارسی ،شعروادب وغیرہ پر دو درجن سے زائد بیش بہا وقیع کتب ورسائل تصنیف فرمائی ۔ ویسے آپ ایک صاحب دل صوفی اور ذہن رسا شاعر تھے۔ اس لیے علم تصوف اور شعروادب کو زیادہ تر اپنا موضوع سخن بنایا۔ لطائف حفظ السالکین اور مکتوبات لطیفی میں اگر آپ نے طریقت کے آداب واصول تصوف کے اسرار ورموز کو واشگاف فرمایا تو دیوان لطیفی میں حمد ونعت غزل ومنقبت کے توسط سے معیاری ومثالی فارسی وعربی شاعری کا وافر حصہ چھوڑا ہے۔ دیوان لطیفی ومکتوبات لطیفی اور لطائف حفظ السالکین کے علاوہ دیگر تصنیفات بہت کمیاب اور بعض نایاب بھی ہیں۔[حیات حفیظی، ص:27]

تصلب فی الدین:

تصلب فی الدین میں بھی آپ کا کوئی جواب نہیں تھا۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ تصلب فی الدین آپ کا معیار فکر وعمل ،شعار بندگی وزندگی تھا۔ کبھی کسی دریدہ دہن وگستاخ رسول وہابی دیوبندی کو آپ نے اپنے پاس

پھٹکنے نہ دیا۔

تصلب فی الدین اور دیوبندی وہابی سے نفرت وعداوت کا ذکر کرتے ہوئے مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی رقم طراز ہیں:

”حضرت مولانا امام مظفر حسین صاحب آپ کے صاحبزادۂ اول تھے۔ آپ نے معقولات وطب کی تعلیم کے لیے موصوف کو رام پور بھیجا۔ رام پور میں جناب والا اپنے بعض شناساؤں کے مکر وفریب کے شکار ہوگئے اور حصول تعلیم کے لیے وہاں سے دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ آپ کو جب اس حادثے کی خبر ملی بے پناہ برافروختہ ورنجیدہ ہوئے۔ دوسرے روز ہی ایک خادم کی معیت میں رخت سفر باندھا اور دیوبند کے لیے نکل پڑے۔ کئی روز سفر کی صعوبتوں ومشقتوں کو برداشت کرنے کے بعد دیوبند پہنچے اور سیدھے دارالعلوم گئے۔ پہلے صاحبزادے کی خوب گوش مالی کی اور سرزنش کی پھر فی الفور سامان سفر کی تیاری کا حکم دیا۔ کئی گھڑی یہاں ٹھہرے اور بعجلت واپس ہوگئے۔ براہ راست دہلی آکر دم لیا اور یہاں اطمینان سے پڑاؤ ڈالا۔ وقت مراجعت کئی اساتذہ دارالعلوم بغرض ملاقات خدمت میں آئے اور صاحبزادہ کو ہمراہ لے جانے کی وجہ دریافت کی۔ آپ پورے جاہ وجلال کے ساتھ فرمانے لگے ”مظفر میاں کا تمھارے یہاں آنے پر مجھے جتنا رنج وملال ہوا کہ اس کے مرجانے پر اتنا رنج وملال نہ ہوتا“ پھر ان لوگوں نے آپ کے حضور تاثراتی رجسٹر پیش کیا۔ آپ نے کچھ تحریر کرنے سے اجتناب کرنا چاہا لیکن جب اصرار ہوا تو برجستہ لکھا ”ماوجدت فیکم خیرا“ اور اسے بآواز بلند پڑھ کر بھی سنایا۔[حیات حفیظی، ص:24]

تلامذہ:

آپ نے یوپی، بہار کے مختلف مدارس میں سالہاسال تک درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔ سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں شاگرد پیدا کیے۔ کاش ان میں سے مخصوص حضرات کا نام ہی اگر محفوظ کرلیا جاتا تو آج ان کی ایک لمبی فہرست ہوتی۔ آپ کا ایک مخصوص اور معروف شاگرد جنھوں نے قیام پٹنہ کے دوران آپ کے ساتھ تقریباً آٹھ سال تک خدمت انجام دی ان کا ذکر مقالے میں کرنا انسب ہوگا۔

حضرت مولانا تصدیق حسین مشتاق دلشاد پوری:

مولانا تصدق حسین ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کے سچے امین اور علمبردار تھے۔ آپ نے ابتدائی فارسی وعربی کی کتابیں اپنے برادر کبیر حضرت مولانا کرامت حسین تمنا سے پڑھیں۔ پھر معقولات ومنقولات کی تعلیم حضرت مولانا حفیظ الدین رحمٰن پوری سے حاصل کی۔ بیعت وخلافت کا شرف بھی آپ کو اپنے استاذ سے حاصل تھا۔ آپ کی اعلیٰ قابلیت اور شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے حیات حفیظی کے مولف رقم طراز ہیں:

”اگر آپ کی شخصیت کا مطالعہ کیا جائے تو برملا یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ آپ کا شمار مشرقی بہار کی ان ممتاز وواجب القدر ہستیوں میں ہوتا ہے جن کی بدولت اس سرزمین کو نہ صرف دوام واستمرار بلکہ عظمت ووقار میسر آیا ہے۔ آپ کے چشمہ علم وآگہی نے جس فراخی وفیاضی سے سوا سو سالہ قدیم مرکزی ادارہ اساقت رحمت محمدیہ اسٹیٹ پورنیہ سے لے کر قریہ دلشاد پور کے مکتب تک جن سیکڑوں تشنگان علم وادب کی آتش شوق کو بجھایا ہے اور جن حضرات کے دم قدم سے اس دیار میں فکر وعمل اور رشد وہدایت کی فصل خوشگوار چلی ہے۔ یقیناً یہ تاریخی کاوش اس خطہ کے لیے عہد ماضی کا سنہرا باب ہے۔[حیات حفیظی، ص:44،45]

خلفا:

تلامذہ کی طرح آپ کے خلفا کی بھی اچھی خاصی تعداد تھی لیکن کوئی باقاعدہ رجسٹر نہ ہونے کی وجہ سے صحیح تعداد کا علم اب کسی کو نہیں ہے۔ اگر اب بھی تلاش وجستجو کی جائے تو مشہور ومعروف حضرات کے حالات زندگی کا پتہ چل سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی نے پہل کی ہے۔ جیسا کہ انہوں نے ماہنامہ ”جام شہود“ کے شمارہ 6۔2007ء کے حوالے سے اپنی کتاب میں ایک مشہور ومعروف خلیفہ حضرت مولانا صادق علی غازی پوری صوبہ اتر پردیش کا ذکر کیا ہے۔

آپ قطب الاقطاب حضرت مولانا حفیظ الدین علیہ الرحمہ کے مرید تھے ایک مدت تک شیخ کی خدمت میں رہے۔ پھر خلوت نشینی اختیار کی اور بارہ سال تک جنگل میں محو عبادت رہے حتی کہ سر کے بال پیروں تک آگئے تھے۔ پھر شیخ کی توجہ خاص ہوئی تو علوم باطنی سے نواز کر خرقۂ خلافت سے سرفراز کیا اور سلسلۂ نقشبندیہ ابوالعلائیہ کی اشاعت کی اجازت دی۔[حیات حفیظی، ص:39]

❁❁❁

حضرت لطیفی کی فارسی نثر نگاری

مفتی ذوالفقار علی رشیدی مصباحی: بانی جامعۃ الزہرا للبنات، ناظر پور، پران نگر ساکھوا، اتر دیناج پور

برصغیر ہندو پاک میں اسلام کی سربلندی اور اس کی ترویج واشاعت اور امت مسلمہ کی اصلاح وہدایت صوفیۂ کرام ہی کی مرہون منت ہے، جنھوں نے علم وعمل اور رشد وہدایت کے انوار سے ایک جہاں کو منور اور ہزاروں گم گشتگان راہ کو راہ راست سے ہم کنار کیا، تشنگان علم ومعرفت کو اپنے علمی اور روحانی جام مست سے شاد کام کیا۔ جن کی آفاقی تعلیمات، روحانی کشش اور اخلاقی عظمت نے جوق در جوق لوگوں کو دامن اسلام میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ جن کی دینی، علمی، فکری، روحانی اور اصلاحی خدمات آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔

رحمٰن پور تکیہ شریف بھی انہی خانقاہی نظام کی ایک زرین کڑی کا نام ہے۔ جس خانوادہ کے نفوس قدسیہ وداعیان اسلام اور مصلحین امت دراز مدت سے اقامت دین اور اصلاح امت کا فریضہ انجام دیتے آرہے ہیں، جن کی رشد وہدایت اور دعوت وتبلیغ کا دائرہ سمندر کی وسعتوں کی طرح پھیلا ہوا ہے۔

ماضی قریب میں اس پرشکوہ خانقاہ کے بانی ومبانی قدوۃ العلما، زبدۃ الفضلا، بلند پایہ داعی ومبلغ اسلام، مسلم الثبوت روحانی پیشوا، درجنوں کتب ورسائل کے مصنف ومؤلف، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ ومولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ النورانی کی عظیم دینی وعلمی شخصیت گزری ہے۔ جنھوں نے پورے خلوص وللّٰہیت سے عقائد حقہ کی ترویج واشاعت، سنیت کے تحفظ واصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی اور اپنی انتھک کوششوں سے ملک کے اکناف واطراف بالخصوص کٹیہار پورنیہ، ارریہ، مالدہ، دیناج پور اور حالیہ بنگلہ دیش کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں مدارس ومکاتب اور خانقاہ ومساجد کا جال پھیلا دیا۔ علم وادب اور سلوک وتصوف کی مشعلیں روشن کیں۔ اپنے پاکیزہ کردار وعمل اور صالح اقدار وروایات کی لہلہاتی فصلیں اگائیں۔ بے دینی وبدعقیدگی، بے راہ روی اور آزاد خیالی، اخلاقی گراوٹ وذہنی پستی جیسے مذہبی، سماجی اور نفسیاتی امراض کی شکار آبادی کو رفتہ رفتہ دین وسنیت، پاکیزہ اخلاق وآداب اور صالح افکار وخیالات کا نمونہ بنا دیا۔

حضرت لطیفی کے قلم حق رقم سے کم وبیش دو درجن تصنیفات وتالیفات کا گنج گراں مایہ مخلوق خداوندی کی تربیت واصلاح کی خاطر منصۂ شہود پر آئیں، اس وقت "مکتوبات لطیفی" اور "لطائف حفظ السالکین" میرے سامنے ہے۔ دونوں کتابوں کے مطالعہ سے یہ بات بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ آپ کی تحریر معنویت اور نصیحت کے سمندر کی حیثیت رکھتی ہیں، سوسالہ لمبی مدت کے باوجود ان میں وہی گہرائی وگیرائی اور عظمت واہمیت نظر آتی ہے جو ان کی زندگی میں تھی۔ آپ کے اقوال سے زندگی وآخرت کی مکمل اور جامع تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے، اگر ان فرمودات پر عمل پیرا ہو کر زندگی کے مراحل طے کیے جائیں تو زندگی حسن عمل کا نمونہ بن سکتی ہے۔

حضرت لطیفی کے اقوال وافکار نے تحریری شکل میں علوم ومعرفت کے بے شمار دریچے وا کیے ہیں۔ ان تحریروں سے آپ کی علمی، ادبی، دینی، علمی اور فکری وروحانی امور سے گہری واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ سلوک وتصوف کے اسرار ورموز کے ساتھ ساتھ فقہی بصیرت بھی آپ کی تحریروں میں نمایاں نظر آتی ہے۔ ادب کی خوبصورت دنیا ان نصائح آمیز مکتوبات ولطائف میں پوشیدہ دکھائی دیتی ہے۔ بزرگان دین اور سلف صالحین کے حقائق ومعانی سے لبریز کلام کی چاشنی بھی ان کی تحریر میں پورے طور پر محسوس ہوتی ہے۔ اشعار کے برمحل استعمال سے ایک صاحب دیوان شخصیت کے شعری ذوق کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کی

تحریروں کی جامعیت اور اثر آفرینی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

آپ کی کتابوں سے بحسن و خوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ نے زبان و بیان کو ایک آلہ کے طور پر استعمال کیا ہے۔ اس میں تصنع و تکلف یا پیچیدگی بالکل نظر نہیں آتی۔ زبان سادہ، رواں دواں اور عام فہم ہے، مگر اس عام فہم زبان میں بڑی خاص باتیں کہی گئی ہیں، مختصر الفاظ میں طویل و پیچیدہ مسائل بیان کیے گئے ہیں، تصوف کی باریکیاں، فلسفہ و منطق کی گہرائیاں اور فقہ و تفسیر کی گتھیاں سلجھائی گئی ہیں، آپ کے مکتوبات و لطائف کو پر اثر بنانے میں آپ کی مخصوص قوت بیان ان اور فارسی نثر پر مضبوط گرفت نے بڑا اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔

مذکورہ بالا تاثرات کی تصدیق و تائید کے لیے مکتوبات لطیفی سے دو چھوٹے مکتوب مع ترجمہ قارئین کی ضیافت طبع کے لیے سپرد قرطاس ہے، ملاحظہ فرمائیں:

"عزیز دانشور، خواجہ وحید اصغر، تاج کرامت بر سر، پس از دعاے علم و معرفت معلومت باد کہ بتقاضاے اقسام انعام، حضرت ملک علام، عشق و فرط محبت او سبحانہ و تعالی را بدل اندر جائے باید داد۔ و مدام بطاعت و عبادت آں جل جلالہ و عم نوالہ سر بباید نہاد، و با قتضاے اطاعت آں جلیل الشان حب آں حبیب، حب سرور جہاں را از دل و جاں باید گزید، و باطاعت آں باعث ایجاد زمین و آسمان زز باید دوید۔ بمقتضاے حب آں حبیب منیب، حب آل و اصحاب و میرا بصدق و اخلاص باید ورزید۔ الخ [مکتوب پنجم]

ترجمہ: عزیز دانشور خواجہ وحید اصغر بزرگی کا تاج تیرے سر پر، حصول علم و معرفت کی دعا کے بعد تمہیں معلوم ہو کہ بے پناہ نعمتوں اور نوازشوں کے تقاضے کے مطابق رب تبارک و تعالی کی بے پایاں محبت کو دل میں جگہ دینا چاہیے اور اس جل جلالہ و عم نوالہ کی عبادت و محبت کے تقاضے کے موافق حبیب کبریا کی محبت کو دل و جان سے اختیار کرنا چاہیے اور اس وجہ کن فکاں کی اطاعت میں سر کے بل دوڑنا چاہیے۔ اسی طرح اس حبیب منیب کی محبت کے مقتضا کے مطابق آپ کی آل و اصحاب کی محبت کو سچائی و راستی اور خلوص و بے لوثی کے ساتھ اختیار کرنا چاہیے۔ [ترجمہ از نامور باپ کے خطوط دیدہ ور بیٹے کے نام]

نیکو سیر خواجہ وحید اصغر ودیعت باد علم و عمل و معرفت و ہنر، از یں بے سروپا، پس از نیک دعا و آرزوے لقا، آگاہ باش و نیکو شناس کہ از حکم قضا و قدر ہیچ کس را مفر نیست، پس بندہ را بہر حالت از رنج و راحت تن بر ضا باید داد، و بہر صورت از سُقم و صحت سر بطاعت و عبادت شاید نہاد و بکارے و آزارے از کسے نباید رنجید و ہر گزندے کہ از خلقے برسد از حق باید۔ چہ نیکو و راست گفتہ اند۔

گر گزندت رسد زخلق مرنج
کہ نہ راحت رسد زخلق نہ رنج
از خدا داں خلاف دشمن و دوست
کہ دل ہر دو در تصرف اوست

ترجمہ: نیک سیرت خواجہ وحید اصغر، علم و عمل اور معرفت و ہنر تجھے نصیب ہو۔ اس بندۂ عاجز سے دعاے نیک اور ملاقات کی آرزو کے بعد آگاہ رہو اور خوب پہچانو کہ تقدیر کے حکم سے کسی شخص کو چارۂ کار نہیں ہے۔ اسی لیے بندہ کو تکلیف و آرام کی ہر حالت میں راضی رہنا چاہیے۔ اور مرض و صحت کی ہر صورت میں عبادت و بندگی کی خاطر سر لگا رہے، کسی کی تکلیف رسانی اور کسی کام کی وجہ سے رنجیدہ غم زدہ نہیں ہونا چاہیے، اور اگر تمہیں مخلوق سے کوئی تکلیف پہنچے تو اسے اللہ تعالی کی طرف سے جاننا چاہیے، کیا ہی اچھا اور درست ارشاد ہے:

" اگر مخلوق خدا سے تجھے کوئی تکلیف پہنچے تو رنجیدہ مت ہو، کیوں کہ نہ مخلوق آرام پہنچاتی ہے نہ تکلیف۔ خداوند تعالیٰ کی طرف سے دشمن و دوست کا اختلاف تو جان کیوں کہ دونوں کے دل اسی کے تصرف میں ہیں۔" [ترجمہ از مصدر سابق]

مندرجہ بالا دونوں مکتوبات میں زبان کی سلاست و روانی اختصار و سادگی اور حقائق و معنی کے بیان میں جملوں کا حسن انتخاب جہاں مکتوبات صدی و دو صدی کی یاد تازہ کر رہا ہے وہیں فارسی نثر نگاری کے باب میں ایک حسین خوش گوار اضافہ اور زبان و ادب کی کی شیرینی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

چلتے چلتے "لطائف حفظ السالکین" کے لطیفۂ ہفتم سے ایک چھوٹا سا اقتباس نذر قارئین کر دینا مناسب سمجھتا ہوں:

"چوں نقاد جواہر شریعت و وقادلالی طریقت محرم اسرار خلوت

کدہ محرمی شیخ ابو سعید مخزومی قدس سرہ در تحفہ مرسلہ کہ از برائے تعلیم حضرت غوث الثقلین تالیف فرمودہ اند گو ہر عنوان بیان تعینات ستہ وجود مطلق رابداں سادر سلک تحریر ور شتہ تقریر در کشیدہ اند کہ مزیدے برآں متصور نیست نظر بدیں بریں بدیں مختصر محقر بباش التفات نمی کنم من شاء الاطلاع علیہا فلیرجع الیہا۔

وچند طریق از اعتبارات ظہور ذات وصات اندریں مختصر نگاشتہ آید کہ طالباں راطریق سلوک وانماند"

ترجمہ: جب کہ شریعت کے جواہرات کا پر رکھنے والا اور طریقت کے موتیوں کا روشن کرنے والا رازداری کے خلوت خانہ کے بھیدوں کا رازداں شیخ ابو سعید مخزومی قدس سرہٗ کی کتاب تحفہ مرسلہ میں جس کو حضرت غوث الثقلین کی تعلیم کے لیے تصنیف فرمائے ہیں، وجود مطلق کے تعینات کے چھ مرتبے کے بیان کے عنوان کے گوہر کو اس طور پر تحریر کی لڑی اور تقریر کی ڈوری میں لائے ہیں کہ اس پر زیادتی متصور نہیں ہے، اس لیے اس مختصر حقیر رسالہ میں اس کے بیان کی طرف التفات نہیں کرتا ہوں، جو اس پر اطلاع ہے، اس کتاب کی طرف رجوع کرے۔

اور دوسرے چند طریقے ذات کے ظہور کے اعتبارات کا اور موجودات کی بقا کے فیض کے سلسلے کا اور ذات وصفات کی توحید کے مرتبوں کا اس مختصر میں لکھا جاتا ہے تاکہ طالبوں کو سلوک کی راہ ظاہر کر کے دکھلا دے۔[لطائف حفظ السالکین، ص:40،41]

پیش نظر فارسی اقتباس حسن ترتیب و ترکیب، جملوں کی برجستگی، مافی الضمیر کی ادائیگی، زبان و بیان پر عبور و مہارت اور فارسی ادب میں حسین شہ پاروں کے اضافہ کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ بلا شبہہ زبان فارسی میں تحریر کردہ حضرت لطیفی کی کتب ورسائل میں عرفی اور شیرازی کی نثر نگاری کا جلوۂ تاباں اور عکس جمیل نظر آتا ہے اور فارسی ادب میں آپ کا ید طولیٰ نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔

کیا ہی بہتر ہو کہ کسی معروف و مشہور یونی ورسٹی کے شعبۂ فارسی سے حضرت لطیفی اور ان کی فارسی نثر نگاری کوئی صاحب ذوق پی ایچ ڈی کر لیتے تو آپ کی آفاقی شخصیت اور گراں قدر کارنامے لوگوں پر واضح ہو جاتے، امید ہے کہ ارباب حل وعقد اس جانب توجہ فرمائیں گے۔

❁❁❁

حضرت لطیفی اور اردو شاعری

مفتی حسن منظر قدیری: گانگی، کشن گنج، بہار

صوبہ بہار خاص کر قدیم پورنیہ کی مٹی زرخیز تھی اور زرخیز ہے۔ عہدِ ماضی میں بھی علم و فن اور بزرگی و ولایت کے اعتبار سے درخشندہ تھا اور آج بھی ہے۔ علماو صالحین کل بھی اس مبارک دھرتی پر پھیلے ہوئے تھے اور آج بھی علم وولایت کے چراغ روشن ہیں۔ عہدِ ماضی اگرچہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے ،مگر تاریخ ان انمول دفینوں کی ضرور نشان دہی کرتی ہے جن کے دامن میں یہ علمی لعل و گہر محفوظ ہیں، جگہ جگہ دامن پورنیہ میں ان کے نشان قدم، نقوش فضل و کمال اور علم و ولایت کے چراغ روشن ہیں۔ یہ چراغ اگرچہ ماضی کے تاریک لمحوں میں فروزاں ہوئے تھے، مگر ابھی ان کی درخشانی، گھروں میں، دلوں میں اور انسانی آبادیوں میں باقی ہے۔ وقت کی مخالف ہوائیں چلتی رہیں، طوفان اٹھتے رہے اورآندھیاں نمودار ہوتی رہیں ،مگر علم وفن ،فضل وکمال اور تقوی وطہارت کے چراغ فروزاں ہی رہے۔

انہیں علم و فن، پارسائی وبزرگی اور تقوی و طہارت کے چراغوں میں حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین قدس سرہ کی ذات عالی بھی ہے۔ان کی تہ بہ تہ زندگی کے مختلف گوشے میں تبحر علمی، ولایت و پارسائی اور شاعری ہر لحاظ سے ان کی مقدس زندگی میں کمالات کی فراوانی ہے۔

خاکسار سے ”دیوان لطیفی “ کے اجالوں میں ان کی اردو شاعری پر کچھ لکھنے کی فرمائش ہے۔

عشق مسلسل سوز اور پیہم گداز کا نام ہے اور عاشق کو اگر فطرت نے شعر گوئی کا جوہرِ لطیف عطا کیا ہے توعشق و شاعری دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں، کیوں کہ سوزش پنہاں کا اظہار اور سینۂ بریاں کی کیفیت کا بیان زبان شعر ہی سے ہوسکتا ہے۔ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین عاشق صادق اور خداداد صلاحیت سے شاعرانہ ذوق اور عاشقانہ مزاج رکھتے تھے۔ اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ خواجہ لطیف علی کی نسبت سے لطیفیؔ تخلص اختیار فرمایا تھا۔ ان کے کلام کا مجموعہ ”دیوان لطیفی“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ دیوان لطیفی کے چند اوراق عزیزی مولانا خواجہ ساجد عالم سلمہ نے مجھے ارسال کیے ہیں اور حضرت لطیفی کے اردو کلام پر کچھ لکھنے کی فرمائش بھی کی ہے، میں اس لائق نہ ہوتے ہوئے بھی تعمیل ارشاد کر رہا ہوں۔

حضرت لطیفی کا وصال پوری ایک صدی کے طویل فاصلے کو سامنے لاتا ہے، اس طویل مدت میں زبان وادب، رنگ خیال و بیان اور الفاظ وتراکیب کے پیمانے وجود میں آتے رہے اور بدلتے رہے۔ ذوق شاعری اور مزاج سخن گوئی میں بھی تبدیلی واقع ہوئی، گل وبلبل، زلف ورخ اور ہجر ووصال کی قدیم روایت سے ہٹ کر نئے خیالات و احساسات کے گھروندے بنتے اور ٹوٹتے رہے۔ شعر وسخن کا پرانا انداز جدیدیت کی لہروں میں ڈوب گیا اور شاعری کا قدیم لب ولہجہ قصۂ پارینہ بن گیا۔ لہذا حضرت لطیفیؔ کے کلام کو اسی دور کے تقاضوں کے اعتبار سے دیکھیں، اسی عہد کے پیمانے پر رکھیں اور اسی زمانہ کے آئینہ میں اس کا عکس ملاحظہ کریں، کیوں کہ ہر دور کا اپنا رنگ ومزاج ہوتا ہے۔

بہر حال ”دیوان لطیفی“ کے چند اوراق، تروتازہ پھولوں کی

طرح میرے سامنے ہیں، ان کی تازگی و شگفتگی سے دل و دماغ تازہ اور ان کی مہک سے دامن احساس عطر بیز ہے۔

شاعری جذبۂ دل کی ترجمانی، وارداتِ قلب کی آواز اور طوفانِ محبت کا زمزمہ ہے۔عشق کی حرارت تیز ہوئی، درد محبت بے تاب ہوا، قلبی واردات الفاظ کے پیکر میں ڈھلے، حسن خیال نے بندش الفاظ کو جنم دیا اور حسن الفاظ، حسن ترکیب، حسن خیال اور حسن بیان سے ایک خوبصورت شعر تیار ہوا۔

حضرت لطیفؔی عربی، فارسی اور اردو تینوں زبان کے شاعر تھے۔ ہر زبان میں ان کا منفرد رنگ و خیال ہے۔ شرح معرفت و حقیقت میں ان کا مخصوص رنگ و خیال جھلکتا ہے۔ ہر غزل میں ان کی آپ بیتی کی آہٹ محسوس ہوتی ہے، اشعار کی معنویت نئی دنیا کی سیر کراتی ہے۔ جام وحدت کے نشہ میں سرشار ہو کر عارفانہ مستی میں اشعار کہتے ہیں، اشعار میں کہیں رنگ تصوف کی نمود ہے تو کہیں عرفان حقیقت کا ظہور۔ حضرت لطیفی توحید خالص کی موج میں غرق ہو جاتے ہیں اور غریق دریا ہو جانا مرشد ہی کی نگاہ فیض کا کرشمہ ہے، بظاہر خرابی تو نظر آتی ہے مگر مرید اسے تعمیر حیات سے تعبیر کرتے ہیں، اس خیال کے تناظر میں یہ شعر ملاحظہ کریں:

غریب لجہ توحید ناب کر کے مجھے
بنا دیا ہے مجھے مرشد خراب کر کے مجھے

لفظ "غریق" کے مفہوم سے آشنا ہوتے ہوئے بھی لذت غرق سے آشنا نہیں کہ بحر توحید کے دام موج سے کھیلنا اور طلسم گرداب میں مبتلا ہونا کوئی آسان کام نہیں۔ کسی غریق کے درد و کرب کو بھلا ساحل کے تماشائی کیا جانیں۔ کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا۔

قطرۂ آب آغوش دریا میں پر سکون رہتا ہے، لیکن نمود حسن کی گرم مزاجی اسے فنا کر کے صورت حباب میں ظاہر کرتی ہے۔ اسی حقیقت کی غمازی حضرت لطیفی کے اس شعر میں دیکھیے:

کیا جدا مجھے آرام گاہ وحدت سے
خدائے پاک نے شکل حباب کر کے مجھے

اہل معرفت کی دنیا میں حیات کی تعبیر ہمارے نظریہ سے کچھ الگ ہے، ہم جنہیں زندہ کہتے ہیں ان کی نگاہوں میں وہ چلتے پھرتے مردے ہیں، جسے ہم حیات سے تعبیر کرتے ہیں ان کی نظروں میں وہ موت ہے، صحیفہ معرفت میں وجود و عدم، بقا و فنا کی تعبیر ہمارے نظریۂ حیات و موت سے جداگانہ ہے۔ اس نظریہ کی عکاسی حضرت لطیفی کے اس شعر میں ملاحظہ کیجیے:

خطاب موتو قبل اَن تموتو کر کے مجھے
بنا دیا مجھے زندہ خراب کر کے مجھے

انہیں اسرار معرفت و رموز حقیقت کے رنگ میں یہ اشعار ملاحظہ کیجیے:

کروں میں کس زبان سے شکر مرشد رہنما
جگا دیا ہے کیسا مست خواب کر کے مجھے
جہاں میں کون ہے بیدار غیر مست الست
نکال دے تو کوئی انتخاب کر کے مجھے

شاعر کے لیے ہجر کے دن بڑے جاں گداز ہوتے ہیں، شب غم کی تلخیاں بڑی کرب ناک ہوتی ہیں۔ شب ہجر ہے اور شاعر یاد محبوب سے سرور حاصل کرتا ہے۔ شب تنہائی ہے اور درد فرقت انگڑائی لیتا ہوا محسوس ہوتا ہے، سکوت نیم شبی میں جب یاد محبوب کی آہٹ سنائی دیتی ہے تو عاشق زار تڑپ کر رہ جاتا ہے اور وہ جان لب پر آجاتی ہے۔ حضرت لطیفی اس درد بھری کیفیت کو بڑے حسین اسلوب میں بیان کرتے ہیں، خیال کی ندرت ملاحظہ کیجیے:

جاں کو لب پر آپ کے دیدار کا ہے انتظار
جلوہ فرما تا ہے جانا ں مہربانی آپ کی

حسن کی بے حجابی اس قدر ہے کہ اس کی جلوہ گری ذرہ ذرہ سے آشکارا ہے، ہر آنکھ میں نور اور ہر دل میں تجلّی گاہ ہے۔ اس بے حجابی پر محبوب کا لن ترانی فرمانا عجیب بات ہے، حضرت لطیفی کی اس مضمون میں نکتہ آفرینی ملاحظہ ہو:

جب عیاں ہر دیدہ پر ہے آپ کا حسن و جمال
اے عجب پھر کیا بات ہے لن ترانی آپ کی

مکان کا اطلاق شش جہات سے محیط مقید پر ہوتا ہے اور وہ محدود سے ہے، اس کے برعکس ذات الٰہی احاطہ ذہن وفکر سے ماورا اور لا محدود ہے، اس کی ذات اقدس حصار حدود و تصور سے باہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت لطیفی ایک اور نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رب قدیر کی تجلی ہر جگہ ہے ہر ذرہ میں اس کا نور ہر مکان میں اس کی تجلی کا ظہور ہے، وجہ لامکانی کی تعمیم میں یہی فرماتے ہیں:

آپ کا جلوہ ہے ہر جا ہر مکاں میں ہے ظہور
ہے یہی تعمیم وجہ لامکانی آپ کی

محنت وجانفشانی کے بغیر کوئی چیز حاصل نہیں ہوتی، ہر شے دشوار طلب ہے اور عشق و محبت کی کانٹوں بھری راہ سے گزرنا اور محبوب کو پالینا اور التفات فرمانا یہ حد سے زیادہ دشوار ہے۔ اس لیے عشق کا دعوی تو سہل ہے مگر عاشقی آسان نہیں ہے، اس حقیقت کی عکاسی کرتے ہوئے حضرت لطیفی فرماتے ہیں:

عشق بازی مدعی آسان نہیں آسان نہیں
مہرباں کب یار ہو بے جاں فشانی آپ کی

حضرت لطیفی کے اشعار میں بڑی رنگارنگی ہے اور وہ ہر رنگ خیال کو عمدہ اسلوب میں پیش کرتے ہیں۔

تصوف میں فنافی الشیخ کی ایک منزل ہے جہاں اپنے محبوب کے جلوؤں میں یا شیخ طریقت کی تجلی میں گم ہوجاتا ہے تو اس عالم میں عشق کے سراپا سے محبوب کی خود نمائی ظاہر ہوتی ہے۔ اس رنگ تصوف میں یہ شعر ملاحظہ فرمائیے:

میں نہیں ہوں تن نہیں ہے دل نہیں ہے جان نہیں
جان و دل تن سے عیاں ہے خود نمائی آپ کی

خمسہ پر غزل قدسی:

حضرت قدسی علیہ الرحمہ کی فارسی نعتیہ غزل جو حسن الفاظ و ترکیب اور حسن خیال وبیان کے اعتبار سے بہت ہی مشہور ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ وہ نعتیہ شہکار غزل ہے، یہ غزل مبارک فکر کو تازگی اور روح ایماں کو شگفتگی عطا کرتی ہے اور پڑھیے تو دل کے تار جھنجھنا اٹھتے ہیں اور فضا میں نغمگی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ حضرت لطیفی نے 'خمسہ پر غزل قدسی' کے عنوان سے اس پر غزل تضمین فرمائی ہے۔ حضرت قدسی قدس سرہ کا مطلع اس طرح ہے:

مرحبا سیدی مکی مدنی عربی
دل وجاں یاد فدایت چہ عجب نقوش لقبی

تضمین نگار اپنی تضمین نگاری میں فکری اعتبار سے آزاد ہوتا ہے، وہ کسی شعر کے پہلے مصرع پر تضمین کے اشعار جوڑ کر اسے خمسہ میں تبدیل کر سکتا ہے، لیکن جس مصرع کی بنیاد پر اپنا قصر تضمین تعمیر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے وہ مصرع بڑا اہم ہوتا ہے۔ تضمین اسی مصرع کے مرکزی خیال پر ہونی چاہیے، گویا شاعر اپنے مفہوم کو کچھ ادھورا چھوڑ دیا ہے، تضمین نگار اسے پورا کرنا چاہتا ہے۔ غیر مربوط اشعار جوڑنا یہ مزاج تضمین نگاری کے خلاف ہے۔

جیسے امام احمد رضا قدس سرہ کا یہ شعر:

کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم
اس کفِ پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

پہلے مصرع کا بنیادی مفہوم 'خاک گزر' ہے، اسی سے مناسب مربوط مفہوم تضمین کے اشعار میں آنا چاہیے، اس پر خاکسار نے تضمین کی ہے:

جس طرف سے بھی گزرے رسول حشم
ذرۂ خاک طیبہ ہوا محترم
اس قدر محترم وہ نقوش قدم
کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم
اس کف پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

حضرت لطیفی نے قدسی کی مدحیہ غزل پر اردو میں تضمین

فرمائی جب کہ قدسی کی غزل فارسی زبان میں ہے، اس کے باوجود حضرت لطیفی نے سلاست میں فرق آنے نہیں دیا ہے، مفہوم کو مربوط اور وابستہ کرنے میں فکر و فن اور اپنی قادرالکلامی سے کام لیا ہے، الفاظ شستہ شگفتہ اور برجستہ ہیں، حضرت قدسی کا شعر ملاحظہ کیجیے:

ذات پاک تو کہ در ملک عرب کرد ظہور
زاں سبب آمدہ قراں بزبان عربی

رب قدیر نے ملک عرب میں آپ کو مبعوث فرمایا اور عرب کی زبان عربی ہے، اسی وجہ سے قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا۔

اس شعر کے تناظر میں حضرت لطیفی کی تضمین ملاحظہ فرمائیے:

آپ کی ذات سے اے رونق ہر بزم سرور
نور حق جلوہ گر ہر سمت چہ قرب چہ دور
واہ کیا رتبہ ملا ملک عرب کو اے حضور
ذات پاک کہ در ملک عرب کردظہور
زاں سبب آمدہ قرآن بزبان عربی

حضرت قدسی فرماتے ہیں:

نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرہ آفاق بشیریں رطبی

سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی برکت قدم و فیض کہ تم سے نخلستان مدینہ ہمیشہ تروتازہ اور سرسبز و شاداب ہے اور نخلستان مدینہ کے پھل حلاوت وشیرینی میں شہرہ آفاق ہے۔ یہ آپ کی ذات پاک کا صدقہ ہے۔ اس کی تضمین پر حضرت لطیفی کا حسن الفاظ و بیان اور شگفتگی و برجستگی ملاحظہ کیجیے:

ہر شجر آپ سے ہے تازہ تر اے شاہ انام
ہر گل و خار وہر گلشن میں رواں بخشش عام
خاک گلشن طیبہ ہے شہا قابل احترام
نخل بستان مدینہ ز تو سرسبز مدام
زان شدہ شہرۂ آفاق بشریں رطبی

حضرت قدسی فرماتے ہیں:

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم
زانکہ نیست بسگ کوئے تو شد بے ادبی

خود کو سگ بارگاہ کی طرف منسوب کرکے میں بہت شرمندہ ہوں کیوں کہ سگ کوچہ کی طرف نسبت بھی بے ادبی ہے۔

اس تناظر میں حضرت لطیفی کی تضمین کا رنگ ملاحظہ کیجیے:

اے حبیب خدا دریا کرم نور قدم
ہم غلاموں کو نہیں ملتی ہے نسبت کی قسم
بھول سے کرچکے نسبت بسگ اے شاہ امم
نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم
زانکہ نیست بسگ کوئے تو شد بے ادبی

حضرت کا مقطع ملاحظہ کیجیے:

سیدّی انتَ حبیبی و طبیبِ قلبی
سوئے تو آمدہ پئے درماں طلبی

اس پر حضرت لطیفی کے تضمینی اشعار ملاحظہ کیجیے:

اے لطیفی مریض عشق رسول عربی
عشق کے نقص سے موقوف ہے تیری طلبی
آمد قلب سے قدسی کی طرح کہہ تو ابھی
سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی
سوئے تو آمدہ پئے درمان طلبی

بہرحال حضرت لطیفی کی شاعری میں معارف و حقائق کی ترجمانی، جذبات و احساسات کی عکاسی اور واردات قلبی کی غمازی سے الفاظ شگفتہ، خیالات پاکیزہ اور اسلوب بیان دلکش ہے، ان کی شاعری قدیم روایت کی آئینہ دار ہوتے ہوئے بھی دور حاضر کے لب ولہجہ اور اسلوب سے ہم آہنگ ہے۔

❁❁❁

حضرت لطیفی: شریعت و معرفت کے حسین سنگم

محمد ساجد رضا مصباحی: استاذ دارالعلوم غریب نواز داہوگنج، کشی نگر یوپی

زباں پہ بار الہا یہ کس کا نام آیا ہے
کہ مری نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

جی ہاں! یہ نام ہے خطۂ بہار کی ایک سدا بہار اور صدرنگ شخصیت قدوۃ العلما، زبدۃ الفضلا حضرت علامہ شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی برہانی قدس سرہ [متوفیٰ ۱۳۳۳ھ] کا، جنہوں نے اپنے بیکراں علمی و روحانی فیوض و برکات سے صوبہ بہار اور بنگال کے ایک وسیع خطے کو مستفیض و مستنیر کیا۔ حضرت لطیفی کی شخصیت گونا گوں اوصاف و خصوصیات کی حامل تھی۔ ایک طرف جہاں آپ علوم و فنون کے بحر بیکراں تھے تو دوسری طرف معرفت و روحانیت اور تصوف و طریقت کے رمز شناس بھی تھے۔ آپ کی اوراق حیات کے مطالعے سے اندازہ ہوا کہ آپ نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ دین متین کی تائید و نصرت اور معتقدات اہل سنت کی ترویج و اشاعت میں گزارا، علوم و فنوں کا احیا اور معرفت و روحانیت کا فروغ آپ کی کتاب حیات کے ہر ہر ورق سے عیاں ہے۔ کبھی آپ فرنگی محل کے مدرسہ نظامیہ میں قدآور علما کی بارگاہ علم و ادب میں زانوے تلمذ تہ کرتے نظر آتے ہیں تو کبھی اپنی روحانی تشنگی کی تسکین کے لیے حضرت رکن الدین عشق کی خانقاہِ عشق میں مراقب ہیں۔ کبھی آپ کا علمی فیضان سہسرام میں تقسیم ہو رہا ہے تو کبھی اپنے علمی و روحانی فیوض برکات سے مشرقی بہار اور مغربی بنگال کے دور افتادہ مسلمانوں کو شاد کام فرما رہے ہیں۔ آج [۲۰۱۲ء میں] اس ہمہ جہت اور صدرنگ شخصیت کے وصال کو سو سال پورے ہو رہے ہیں، اسی مناسبت سے ان کی بارگاہ میں شایان شان خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے عظیم الشان پیمانے پر اس جشن صد سالہ کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور کے ارباب حل و عقد کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ [آمین]

قدوۃ العلما، زبدۃ الفضلا حضرت شاہ حفیظ الدین لطیفی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴۵ھ کو موجودہ کٹیہار کے گاؤں چشتی نگر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اپنی علمی تشنگی کی تسکین کے لیے سر زمین علم و ادب لکھنؤ پہنچے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب لکھنؤ میں فرنگی محل کا مدرسہ نظامیہ علوم و فنون کا مرکز تھا۔ اس درس گاہ علم و ادب سے بڑی جلیل القدر شخصیتوں نے کسب فیض کیا اور علم و فن کے میدان میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اس علمی درس گاہ کے مسند تدریس پر ان دنوں عالم اجل حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم فرنگی محلی اپنا علمی فیضان تقسیم فرما رہے تھے، حضرت شاہ حفیظ الدین لطیفی بھی آپ کے تلامذہ میں شامل ہو گئے۔ یہاں حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے ہم درس احباب میں عاشق رسول عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم آسی غازی پوری، شیخ وقت سید شاہ شہود الحق اصدقی خانقاہ اصدقیہ بہار شریف اور محقق عصر حضرت مولانا محمد فاروق چریاکوٹی [استاذ شبلی نعمانی] بھی تھے۔ آپ ایک عرصے تک مدرسہ نظامیہ میں رہے اور مختلف علوم و فنون میں گہری بصیرت حاصل کی، پھر علم حدیث میں خصوصی دسترس حاصل کرنے کے لیے اپنے زمانے کے جلیل القدر محدث حضرت شاہ مخصوص اللہ دہلوی اور شاہ محمد موسیٰ دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک عرصے تک ان علمی بارگاہوں میں رہ کر علم حدیث میں ید طولیٰ

حاصل کیا اور سند حدیث سے سرفراز کیے گئے۔
آپ نے مروجہ علوم وفنون کی تحصیل سے فراغت کے بعد تدریس کے میدان میں قدم رکھا اور ملک کے متعدّد معتمد اداروں اور دانش کدوں میں علم وفن کے جوہر لٹائے اور ہزاروں طالبان علوم وفنون کی تشنگی بجھائی، جہاں بھی گئے بڑی فیاضی کے ساتھ اپنا علمی فیضان تقسیم کیا، شاگردوں کی ایک باوقار جماعت پیدا کی جو علم وعمل دونوں طرح کی دولت سے مالا مال تھی۔
آپ نے جن دانش کدوں کو اپنے علمی فیضان کا مرکز بنایا ان میں مدرسہ خانقاہ کبیریہ سہسرام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اپنے پیر مرشد حضرت شاہ خواجہ لطیف علی [متوفّٰی ۱۲۹۹ھ] کی ایما اور مشہور صوفی شاعر حضرت مولانا حسن جان خاں سہسرامی استاذ مدرسہ خانقاہ کبیریہ کے اصرار پر اس ادارے کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔ مدرسہ خانقاہ کبیریہ ان دنوں سہسرام اور نواح ومضافات میں اسلامی علوم وفنون کا معیاری ادارہ سمجھا جاتا تھا، قرب وجوار اور دور دراز علاقوں کے طلبہ یہاں تحصیل علم کے لیے آتے تھے۔ آپ مدرسہ خانقاہ کبیریہ کے استاذ بھی تھے اور صدر المدرسین بھی، ادارے کی انتظامی ذمہ داریاں بھی آپ ہی کے سپرد تھیں۔ گویا ادارے کے تمام تر اختیارات اور اہم مناصب آپ کے پاس تھے۔ آپ نے ان تمام مناصب اور عہدوں کی ذمے داریوں کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ آپ کی بے پناہ علمی، فکری اور انتظامی صلاحیتوں سے ادارے کے معیار تعلیم اور نظم ونسق میں ترقی ہوتی گئی۔ ادارے کے چھوٹے بڑے سارے معاملات چوں کہ آپ ہی سے متعلق تھے، شعبۂ مالیات میں بھی جس طرح تصرف کرنا چاہتے کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے حسن نظم اور پوری دیانت کے ساتھ جس طرح ادارے کے تمام شعبوں کا توازن برقرار رکھا وہ یقیناً حیرت انگیز اور غیر معمولی بات تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی احتیاط پسندی کا عالم یہ تھا کہ ادارے میں رہتے ہوئے بھی آپ نے کبھی وہاں کے مطبخ کا کھانا نہیں کھایا بلکہ اپنی جیب خاص سے دال چاول وغیرہ بازار سے منگواتے اور اپنے ایک معتقد کے یہاں سے پکوا کر تناول فرمایا کرتے۔ حزم واحتیاط کی ایسی مثال آج شاید ہی کہیں مل سکے، خصوصاً آج کے ماحول میں مدارس کے شعبۂ مالیات میں جو بے راہ رویاں پیدا ہو گئی ہیں اور نظمائے مدارس، مدارس کے اثاثوں میں جس طرح تصرف کرنے لگے ہیں وہ ایک تشویش ناک مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ حضرت لطیفی صاحب کی حیات کا یہ باب موجودہ دور کے ارباب مدارس کے لیے تازیانۂ عبرت ہے۔
سہسرام میں مدرسہ خانقاہ کبیریہ کا زمانۂ تدریس حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے علم وفضل کی جولانیت کا زمانہ رہا ہے۔ اس ادارے میں آپ کی بافیض درس گاہ سے علوم وفنون کے یکتائے روزگار پیدا ہوئے۔ علم فقہ وحدیث کے ماہرین کی ایک جماعت تیار ہوئی، منطق وفلسفہ کے معتبر اساتذہ جنم لیے، مصنفین کا ایک گروہ پیدا ہوا۔ ان باکمال تلامذہ میں حضرت مولانا شاہ عثمان شاہ آبادی بھی ہیں، جو بعد میں مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے منصب تدریس پر فائز ہوئے۔ آپ علم منطق وفلسفہ کے ساتھ زبردست مفسر محدث اور معتمد محقق ومصنف بھی تھے۔ آپ نے مختلف علوم کی دو درجن سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں۔
حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے تلامذہ میں ایک محترم نام حضرت مولانا فرخند علی فرحت سہسرامی کا ہے۔ آپ علم فقہ وحدیث میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کی علمی جولانیت کا عالم یہ تھا کہ ادق مسائل کی تحقیق کے لیے اس زمانے کے علما وفضلا بھی آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ آپ نے سہسرام ہی میں مدرسہ خیریہ نظامیہ کے نام سے ایک معیاری تعلیمی ادارہ قائم فرمایا جو آج بھی اس علاقے کی علمی ضرورتوں کو پورا کر رہا ہے۔ مولانا فرخند علی فرحت سہسرامی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے مخلص احباب میں سے تھے۔ ماضی قریب کے معروف خطیب اور صاحب فکر وقلم حضرت علامہ کامل سہسرامی علیہ الرحمہ آپ ہی کے صاحب زادے تھے۔ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے تلامذہ کے مقام ومرتبے

کے تعیّن کے لیے ان ہی دو شخصیتوں کا نام پیش کر دینا کافی ہے۔

مدرسہ خانقاہ کبیریہ کے دوران قیام ادارے کی تمام تر ذمے داریوں کے باوجود آپ تصنیف و تالیف کے جاں گداز عمل سے بھی وابستہ رہے۔ تدریسی اور انتظامی مصروفیات نے آپ کی ذاتی علمی و تصنیفی مشغولیات میں کوئی خلل نہیں ڈالا۔ آپ کی تصانیف میں ”فوائد نوریہ“ شرح میزان منطق، دیوان لطیفی اور مکتوبات لطیفی کا موخر حصہ یہیں کے دوران قیام معرض وجود میں آیا۔

آپ نے سہسرام میں تدریسی اور تصنیفی خدمات کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا کام بھی وسیع پیمانے پر انجام دیا۔ ادارے کے منصبی فرائض کی ادائیگی سے جو وقت بچتا ان میں قرب و جوار کی آبادیوں میں تشریف لے جاتے اور مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے ہر ممکن کوشش فرماتے۔ آپ نے اپنے اثر آفریں خطابات اور روحانی تصرفات کے ذریعہ اس علاقے کی ایک بڑی آبادی کو دین و سنت کا پُر زور حامی اور اسلامی شریعت کا مکمل پابند بنا دیا۔ رجہت، گیا، نالندہ وغیرہ شہر و قصبات آپ کی توجہات کے خاص مراکز تھے۔ ان علاقوں میں آپ کے وابستگان کی اولاد و احفاد آج بھی موجود ہیں۔

حضرت لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان کو مختلف علوم و فنون پر یکساں مہارت تھی۔ آپ تصنیف و تالیف کا بھی اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ اس پر شاہد آپ کی وہ تصانیف ہیں جو آپ نے یاد گار چھوڑیں۔ ان تصانیف کے موضوعات میں کس قدر تنوع ہے اس کا اندازہ درج ذیل فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔

[۱] تسہیل التصریف ۱۳۱۷ھ [۲] وسیلۃ التصریف ۱۳۱۷ھ [۳] فوائد نوریہ شرح میزان منطق [۴] جریس الغیب ۱۳۱۷ھ [۵] جیسر الغیب ۱۳۱۷ھ [۶] نخستیں الٰہی نامہ ۱۳۱۳ھ [۷] بما اغنی من الکلام ۱۳۱۶ھ [۸] عاجلۂ نافعہ [۹] خطبہ دوازدہ ماہ [۷] لطائف حفظ السالکین [۱۰] دیوان لطائف [۱۴] مکتوبات لطیفی۔

تصنیف و تالیف کا کام کس قدر جاں گسل ہوتا ہے یہ تو وہی جانتے ہیں جو اس راہ کے مسافر ہیں، خصوصا ایسے علما کے لیے جو کسی ادارے میں تدریسی ذمہ داریوں سے وابستہ ہوں۔ لیکن حضرت شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ نے اپنی تمام تر ذمے داریوں اور مصروفیات کے باوجود ایک درجن سے زائد گراں قدر علمی اور تحقیقی تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا، جو ان کی بے پناہ صلاحیتوں اور عظمتوں کی دلیل ہے۔

آپ کے علمی مقام و مرتبہ اور اصابت فکر کے معترف آپ کے ہم عصر علما بھی تھے۔ وہ آپ کی جرأت و استقامت اور قائدانہ صلاحیتوں کو بھی بخوبی جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ارباب ندوہ کی گمراہیوں کو طشت ازبام کرنے کے لیے تاج الفحول علامہ عبد القادر بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہم نے دیگر اکابر اہل سنت کے اشتراک و تعاون سے تحریک رد ندوہ کی بنیاد ڈالی اور ملک کے بڑے شہروں میں وسیع پیمانے پر تحریک کے اجلاس ہونے لگے اور مختلف علاقوں کی نمائندگی کے لیے علمائے کبار کا انتخاب شروع ہوا تو مشرقی بہار کی نمائندگی کے لیے تاج الفحول علامہ عبد القادر بدایونی اور اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہمانے آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ اس طرح آپ اس تحریک کے نمائندہ رکن بن گئے اور تمام سرگرمیوں میں اخیر تک شریک و سہیم رہے۔

درج بالا سطور میں دستیاب مواد کی روشنی میں حضرت شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کی قد آور علمی شخصیت کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا گیا۔ آپ کی حیات مبارکہ کے مختلف گوشوں پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ جہاں آپ متعدّد علوم و فنون پر گہری بصیرت رکھتے تھے وہیں تصوف روحانیت کے رموز و اسرار سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور مشائخ کرام کی توجہات نے آپ کو معرفت روحانیت کا محرم راز بنا دیا تھا۔ تحصیل علم سے فراغت کے بعد آپ کی زندگی میں ایک انقلاب رونما ہوا۔ اصلاح باطن اور روحانی تشنگی کی تسکین کے لیے کسی پیر کامل کی جستجو نے اضطرابی کیفیت پیدا کر دی۔ اسی شوق اضطراب میں آپ نے متعدّد خانقاہوں اور آستانوں میں حاضری

دی، پٹنہ میں منعم پاک مخدوم المشائخ حضرت شاہ محمد منعم کے مزار پر مراقب تھے کہ غیبی اشارہ ہوا کہ تمھارے اضطراب کی تسکین اور روحانی تشنگی کی سیرابی مخدوم الاصفیا حضرت سید مولانا لطیف علی شاہ عرف شاہ میاں جان کی بارگاہ سے ہوگی۔

اشارۂ غیبی کے مطابق آپ بارگاہ عشق پہنچے اور وہاں کی روحانی فضا نے آپ کے دل کی دنیا بدل ڈالی، چند لمحوں میں آپ اس بارگاہ کے غلام بے دام ہو گئے۔ حضرت سیدنا شاہ خواجہ لطیف علی قدس سرہ نے پہلے آپ کی بیعت لی پھر ریاضت و مجاہدے میں لگا دیا۔ مرشد گرامی کے حکم کے مطابق مسلسل بارہ سال تک ریاضت و مجاہدہ کرتے رہے۔ جب یہ دور ختم ہوا تو مرشد گرامی نے حکم دیا کہ اب مجاہدے کا دور پورا ہوا، لہذا مخلوق میں جاکر ارشاد و ہدایت کے فرائض انجام دو۔ آپ نے اپنے پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل کی اور جہاں بھی رہے دعوت و تبلیغ کے مبارک عمل سے بہرحال وابستہ رہے۔

دعوت و تبلیغ اور امت مسلمہ کے عقائد و اعمال کی اصلاح صوفیۂ کرام کا خاص مشغلہ رہا ہے، بلکہ تبلیغ دین اور اصلاح اعمال کا کام جس وسیع پیمانے پر صوفیہ کرام نے انجام دیا اس کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ ممدوح گرامی حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے اکابر اور اسلاف کے طرز عمل پر چلتے ہوئے تبلیغ دین کا کام وسیع پیمانے پر کیا۔ پورنیہ کٹیہار دیناج پور آپ کی دعوت و تبلیغ کا خاص مرکز تھا، ان علاقوں میں ان دنوں ہندوانہ رسوم رواج عام تھے۔ اسلام کے بنیادی عقائد سے ناواقفی نے یہاں کے مسلمانوں میں بہت سارے مشرکانہ طور طریقوں کو فروغ دے دیا تھا۔ آپ نے ان علاقوں سے جہالت کی تاریکی کو ختم کرنے کے لیے مدارس و مکاتب کے قیام پر خصوصی توجہ دی، گاؤں دیہات اور دور افتادہ علاقوں کا سفر کر کے بد عقیدگی کے خاتمے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آپ کی پیہم کوششوں سے یہ علاقے دین آشنا ہو گئے۔ جہالت کی تاریکی ختم ہوئی اور علم و فن کو فروغ ملا، اس سرزمین سے ماضی قریب میں علوم و فنون کے بڑے بڑے رجال پیدا ہوئے۔ بلا شبہہ آج جو علم و فن کی بہاریں اور اسلامی ماحول کی برکتیں اس علاقے میں دیکھی جا رہی ہیں ان میں حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کی مخلصانہ جد و جہد اور آپ کے تصوفانہ فکر و مزاج کا بڑا دخل ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ ایک باکمال عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ خدا شناس صوفی بھی تھے، تصوف سے گہری وابستگی نے آپ کے افکار و خیالات کو صوفیانہ رنگ میں رنگ دیا تھا۔ مادی اور دنیاوی چیزوں کو کبھی آپ نے اپنے فکر و خیال کا محور نہیں بنایا، فنافی الشیخ تو تھے ہی، عشق رسول کا سوز گداز بھی آپ کو وافر حصے میں ملا تھا، جس سے آپ پر تصوف کا رنگ اور گہرا ہو گیا تھا۔

حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے صوفیانہ فکر و مزاج اور علم تصوف پر آپ کی گہری بصیرت کا ثبوت آپ کی تصنیف ”لطائف حفظ السالکین“ ہے۔ فارسی زبان میں تصنیف کردہ یہ کتاب تصوف و سلوک کے رموز و اسرار پر ایک علمی تصنیف ہے۔ اس وقت میرے پیش نظر اس کا مطبوعہ نسخہ ہے جس میں اردو ترجمہ بھی شامل ہے۔ ذیل کے سطور میں آپ کے تصوفانہ فکر و مزاج کی چند جھلکیاں اسی تصنیف کے حوالے سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ علم عمل کے بغیر بے فائدہ ہے، بلکہ حصول علم کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل کی جائیں۔ بے علم علما کے لیے احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے بھی اپنی اس کتاب کے دوسرے لطیفے میں اسی نکتے کو موضوع سخن بنایا ہے، اور نہایت اثر انگیز اسلوب میں بے عمل علما کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

”پس جو کہ عمل کی طرف مائل نہ ہوا اور علم و دراست کی تحصیل پر کفایت کرے، دنیا کے کام میں داخل ہو، بُرے علما اور علماے دنیا سے ہووے اور علم کی فضیلت اور قیمت اور مرتبہ کچھ نہ پہچانے اور ایسا ہی آدمی کے حق میں وارد ہوا ہے کہ بد سے بد بُرے علما ہیں اور تحقیق کہ قیامت کے دن از روے عذاب کے لوگوں کے درمیان سخت تروہ

عالم ہوگا جس کو خدا نے اس کے علم کے ساتھ نفع نہیں دیا اور اسی وجہ سے حضرت مخدومی سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ تفسیر جاننے والا مرد نقصان کرتا ہے کہ علم وادب کو روٹی کے عوض بیچتا ہے"۔

کوئی ولی اور صوفی مرتبہ ولایت اور تصوف تک اس وقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ دین کے اوامر و نواہی پر کامل طور پر عمل پیرا نہ ہو۔ اولیاے کرام اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین بندے فرائض و واجبات کے ساتھ سنن و مستحبات پر بھی سختی سے عمل کرتے ہیں۔ بے عمل شخص اگر ولایت کا دعویٰ کرے تو یہ سراسر دھوکا ہے۔ ولایت کے دعوے دار آج کے جاہل پیر جنھیں شرعی احکام سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اور اپنی غیر شرعی کرتوتوں سے طریقت کو بدنام کرتے ہیں، ان کے لیے حضرت لطیفی علیہ الرحمۃ کے یہ جملے درس عبرت ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"ولی کے شرائط میں ایک یہ ہے کہ محفوظ ہو جیسا کہ پیغمبر کی شرط معصوم ہونا ہے، پس جس شخص پر شریعت کی طرف سے اعتراض ہو وہ فریب کھایا ہوا، دھوکہ دیا ہوا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی اللہ تعالیٰ ان کی روح کو پاک کرے بعض ایسے مرد کی زیارت کا قصد کیے جو ولی ہونے کے ساتھ مشہور تھے، پس جب ان کی مسجد میں اس کے نکلنے کا انتظار کرنے لگے پس وہ مرد نکلا اور قبلہ کی طرف تھوکا، پس حضرت بایزید پلٹے اور اس مرد کو سلام نہ کیے اور فرمائے کہ مرد شریعت کے آداب میں سے ایک ادب کا محافظ نہیں تو کیوں کر اللہ تعالیٰ کے اسرار اور بھیدوں کا محافظ ہوگا۔"

سلوک، معرفت، عارف، متعرف خالص تصوف کی اصطلاحات ہیں۔ صرف لغوی معنی پر اطلاع ان اصطلاحات کی تفہیم کے لیے ناکافی ہے۔ ان اصطلاحات کی صحیح تفہیم کے لیے ان کے متعدد اقسام پر بھی نظر ہونا ضروری ہے۔ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کے چوتھے لطیفے میں جس حُسن ترتیب اور جامعیت کے ساتھ ان تصوفانہ اصطلاحات پر روشنی ڈالی ہے وہ انھی کا حصہ ہے۔ فرماتے ہیں:

"جاننا اور پہچاننا چاہیے کہ علم و معرفت کے درمیان لوگوں نے ایک فرق رکھا ہے، یعنی مجمل کلی چیز کو جاننا اور مطلق تصور کرنے کو علم جانتے ہیں اور معائنہ و مشاہدہ کے وقت اس کی تفصیل اور جزئی صورتوں کو بغیر تردد اور تفکر کے پہچاننے کو معرفت کہتے ہیں۔ جیسا کہ علم نحو کے قوانین سے مثلاً کوئی سیکھا ہے کہ " کل مفعول منصوب و کل فاعل مر فوع" یعنی فعل کا ہر مفعول منصوب ہوتا ہے اور فعل کا ہر فاعل مرفوع ہوتا ہے۔ پس اگر عربی عبارت پڑھنے کے وقت عبارت کو قانون کے موافق بلا تامل پڑھے اور غلطی میں نہ پڑے تو البتہ ایسا شخص عارف ہے اور اگر پہلی مرتبہ اس عمل سے غافل رہے اور بعد سوچنے اور غور کرنے کے معلوم کرے ہرگز عارف نہیں، بلکہ متعرف یعنی معرفت کا طالب ہے۔ اور اگر اس قانون کلی کے سیکھنے کے باوجود جزئیات کے اندر اس کے عمل سے بالکل غافل رہے اور کچھ دریافت نہ کرے تو بے شک جاہل ہے۔ پس اسی طرح جو شخص کہ توحید ذات اور توحید صفات کے علم سے معلوم کیا ہے کہ موجود برحق اور فاعل مطلق سوائے ایک کے دوسرا نہیں، اور وہ خداوند عالم ہے۔ پھر اگر حوادث و مصائب کے نازل ہونے کے وقت علم کلی کے مفہوم سے غافل نہ ہو اور خوب پہچانے کہ یہ حادثہ اور یہ واقعہ جو سامنے آیا ہے اسی موجود برحق اور فاعل مطلق کے اثروں میں سے ایک اثر ہے تو ضرور ایسا شخص عارف ہے۔ اور اگر تامل و غور کے بعد اس بات کو سمجھے اور پہلی نظر میں غافل رہے تو عارف نہیں، متعرف ہے۔ اور اگر بالکل بے خبر رہے اور اس کام کی حقیقت کو کچھ نہ جانے تو بیشک جاہل و بیکار و مشرک خفی ہے اور تحقیق کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

اور جاننا چاہیے کہ معرفت کے لیے چند مرتبے ہیں پہلا مرتبہ یہ کہ ہر اثر کو اسی فاعل مختار کے آثار سے معلوم کرے اور سمجھے اور کبھی بے قراری اور انکار میں نہ آوے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ جب کسی اثر کو دیکھے اور کسی خبر کو ہوش کے کان کے ساتھ سنے خوب پہچانے کہ یہ اثر اور وہ خبر اس فاعل مختار کے فلاں اسم کے اخبار و آثار سے ظاہر آتا ہے۔ تیسرا مرتبہ یہ کہ خوب سمجھے کہ اس

پروردگار کی غرض و مراد اس قسم کے کام کے ظاہر ہونے سے اس قسم کی مصلحت مقصود ہے۔ چوتھا مرتبہ ایسا ہے کہ اپنے دیکھنے اور اپنے پہچاننے کو اس خداوند کریم کے علم کے اثروں کا ایک اثر جانے اور اپنے کو علم و معرفت سے بلکہ وجود کے دائرے سے بالکل باہر اور ناچیز کرے اور اپنے کو وہمی ہستی سے چھڑادے''۔

ارباب علم و معرفت نے صوفیہ کرام کو کئی جماعتوں اور گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ اپنے اعمال واشغال کے مطابق ان کے لیے الگ الگ نام ہیں۔ عابد، زاہد، طالب، صوفی مجذوب، سالک، ملامتی وغیرہ مختلف گروہ کے نام ہیں۔ حضرت شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب کے پانچویں لطیفے میں ان مراتب کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ذیل کے سطور میں آپ کی اس تفصیلی تحریر کا اجمال چند سطروں میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

حضرت لطیفی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ انسانوں کے دو گروہ ہیں ایک وہ جو بد بخت ہیں دوسرا وہ جو نیک بخت ہیں۔ نیک بخت افراد کے متعدّد گروہ ہیں۔

❶ **زاھد:** وہ لوگ جو یقین کی آنکھ اور ایمان کے نور کے ساتھ آخرت کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور دنیا کو بُری صورت میں دیکھ کر اس سے بالکل رغبت کو پھیر لیتے ہیں۔

❷ **فقیر:** وہ لوگ جو کسی چیز کے مالک نہیں ہیں اور حساب کی آسانی کی امید پر یا عذاب کے خوف سے اور ثواب کی زیادتی کی امید پر۔۔۔ تمام اسباب کو ترک کیے ہوئے ہیں۔

❸ **خادم:** وہ لوگ جو بہشت میں جائے قرار اور دار پائدار کے ثواب و فضیلت کے حاصل کرنے کی غرض سے خداوند کردگار کے طالبوں اور فقیروں کی خدمت کو اختیار کیے ہوئے ہیں اس طور پر جو شریعت میں ممنوع اور ناپسند نہ ہو۔

❹ **عابد:** وہ لوگ جو جہان باقی کے ثواب کے پانے کے لیے ہمیشہ عبادات کے وظیفے اور نفلی طاعتوں کے اقسام پر مداومت اور ملازمت و محنت کرتے ہیں اور کبھی سستی و کوتاہی میں نہیں آتے۔

❺ **متصوفه:** وہ لوگ جو نفس کے بعض صفات سے خلاص پائے ہیں اور صوفیوں کے بعض او صاف اور احوال کو پائے ہیں ان کے احوال کے نہایات کے منتظر اور امیدوار ہیں۔

❻ **ملامتی:** وہ لوگ جو باوجود اس کے کہ فرائض و نوافل اور عبادات و حسنات و خیرات میں نہایت مبالغہ کرتے ہیں لیکن اخلاص کے معنی کی حفاظت اور صدق و خصوصیت کے قانون کی نگہبانی کے لیے تمام عبادات و حسنات کو مخلوق کی نگاہ سے چھپاتے ہیں۔ اور ہمیشہ اخلاق کے معنی کی تحقیق میں کوشاں رہتے ہیں۔

میں نے اپنے اس مضمون میں اپنے محسن و کرم فرما حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی قبلہ کے حکم کے مطابق ان ہی کے فراہم کردہ مواد کی روشنی میں حضرت لطیفی صاحب کی ہمہ جہت علمی و روحانی شخصیت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی سعادت حاصل کی، حقیقت یہ ہے کہ حضرت لطیفی علیہ الرحمہ کے وصال کو سو سال گزر جانے کے بعد بھی آپ کی متنوع شخصیت کا صحیح تعارف نہ ہوسکا، یہ نہایت افسوس کی بات ہے، اس میں ہم سب کی کوتاہیاں شامل ہیں۔ اس کے لیے باضابطہ کام کرنے کی ضروت ہے۔ ان کی تصانیف کو نئے رنگ وآہنگ میں حواشی و تعلیقات کے ساتھ جدید اسلوب طباعت کے مطابق منظر عام پر لانا وقت کا اہم تقاضا ہے۔

مجھے خانقاہ لطیفیہ کے سعادت مند صاحبزادگان سے پوری امید ہے کہ وہ اس نکتے پر خصوصی توجہ دیں گے اور حضرت کی علمی و تصنیفی خدمات کو اجاگر کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلائے۔ امین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

❁❁❁

حضرت لطیفی اہل علم وادب کی نظر میں

ترتیب: مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی: استاذ مدرسہ وخانقاہ لطیفیہ رحمٰن پور، کٹیہار، بہار

رسائل وجرائد میں حضرت لطیفی کی حیات وخدمات جلیلہ پر مشتمل پہلے پہل کے شائع شدہ مضمون پر ارباب علم ودانش کے تاثرات۔ یہ تاثرات مجموعہ مقالات "عرفان حفیظ" میں شامل ہیں، اخیر کے تین تاثرات تازہ ہیں جو اس خصوصی شمارے کے لیے لکھے گئے ہیں۔ **محمد ساجد رضا مصباحی**

امام علم وفن مظہر علوم اعلیٰ حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی

خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند شیخ الحدیث دار العلوم نور الحق چرہ محمد پور فیض آباد، یوپی

حضرت علامہ شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی رحمن پوری راہنمائے شریعت بھی تھے اور غواص بحر طریقت بھی، بچپن میں ان کا نام سنا تھا، مگر کامل واقفیت اس وقت ہوئی، جب میں مدرسہ اساقت رحمت، محمدیہ اسٹیٹ پورنیہ میں پڑھتا تھا۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا زین الدین رضوی وہاں پڑھاتے تھے، اس زمانے میں یہ مدرسہ پورنیہ کا مرکزی مدرسہ تھا، پنجاب کے علما یہاں پڑھاتے تھے، علامہ علاء الدین پنجابی اور علامہ محمد ایوب پنجابی مدرس تھے۔ امتحان کے لیے دہلی تک کے علما تشریف لاتے تھے۔ غرض یہ مدرسہ اس دور میں عظیم الشان اور مرکزی ومعیاری تھا۔

یہیں میں نے سنا کہ علامہ لطیفی علیہ الرحمہ اور محمدیہ اسٹیٹ کے مالک جناب الٰہی بخش مرحوم کے مابین بڑے گہرے تعلقات تھے، ان تعلقات وروابط کا نتیجہ یہ ہوا کہ الٰہی بخش مرحوم نے زمین فراہم کی اور علامہ لطیفی نے وہاں مدرسہ قائم کیا جس کا نام "اساقت رحمت" رکھا گیا۔ مدرسہ کے خراجات کے لیے بھی زمیندار موصوف نے کئی ایکڑ زمین وقف کی تھی، جو ان کی دینداری اور دینی بیداری کا کھلا ثبوت ہے۔ جناب الٰہی بش مرحوم سنی صحیح العقیدہ آدمی تھے، علمائے اہل سنت ہی ان کے معزز مہمان ہوا کرتے تھے، ان میں ایک نمایاں نام مجھے یاد آتا ہے حضرت علامہ غیاث الدین علیہ الرحمہ گرہرا امور کا ہے۔

شاہ حفیظ الدین رحمن پوری کو پردہ فرمائے اب سو سال ہونے کو آئے، ان کے احفاد میں مولانا ساجد علامہ مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی اب بیدار ہوئے ہیں کہ ان کی ذات وخدمات پر علمی وتحقیقی کام کیا جائے۔ یہ بہت پہلے ہونا چاہیے تھا، خیر دیر آید درست آید۔ اس حوالے سے ان کی موجودہ اولاد واحفاد کو مبارک باد دیتے ہوئے یہ پیغام ضرور دینا چاہوں گا کہ پہلے وہ ان کے علمی ورثہ کو چھاپ کر ملک بھر میں پھیلا دے، پھر ان کے دینی کارناموں کو بھی اجاگر کرے۔ علالت ونقاہت کے باوجود بھی میں نے ان کے ایک کارنامہ کی طرف اشارہ کر دیا ہے، یوں ان کی خدمات پورے خطۂ سیمانچل میں پھیلی ہوئی ہیں، خانقاہ لطیفیہ کے موجودہ افراد اس طرف بھی توجہ مبذول کریں۔ میری نیک خواہشات نوجوان نسل کے ساتھ ہیں، دہلی کے رسالہ "جام نور" میں ایک مضمون دیکھا تھا، جس کو امیر القلم ڈاکٹر غلام جابر شمس صاحب نے لکھا تھا۔ اس طرح کے مضامین اور دیگر شخصیتوں پر بھی لکھا جانا اور شائع کیا جانا چاہیے تاکہ نئی نسل پرانی پیڑھیوں کو جان سکے۔ خداوند ذوالجلال کی بارگاہ میں دعا ہے کہ خواجہ ساجد عالم اور مولانا محمد آفتاب عالم اپنے مشن میں مکمل کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ ❁❁❁

صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی

پرنسپل جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی

یقیناً یہ ان بزرگوں کا حق ہے کہ ان کے علمی و عملی اور روحانی واخلاقی نقوش کی یادیں باقی رکھی جائیں اور تازہ کی جائیں تاکہ اہل بصیرت ان سے مستفید و مستنیر ہو سکیں اور اپنے اوپر ان کے احسانات کا کچھ حق بھی ادا ہو۔

مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی قدس سرہ کی حیات مبارکہ سے متعلق عزیز موصوف [مولانا خواجہ ساجد عالم] کی یہ اولین کاوش ہے۔ امید ہے کہ اہل علم نگاہ استحسان سے دیکھیں گے اور واقف کار حضرات مزید کے لیے رہنمائی بھی فرمائیں گے۔ وابستگان سلسلہ خصوصاً اور اہل علم ودانش عموماً ان گم گشتہ یادوں کو پاکر مستفیض و مستنیر بھی ہوں گے اور شاداں و مسرور بھی۔ [حیات حفیظی ص:4 سے ماخوذ]❁❁❁

استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد ایوب نعیمی

پرنسپل وصدر شعبۂ افتا جامعہ نعیمیہ مرادآباد، یوپی

شیخ المشائخ عارف باللہ حضرت علامہ مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان کے تعلق سے جو معلومات واطلاعات حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ایک متبحر عالم دین اور بلند پایہ وفیض بخش بزرگ تھے۔ بہار وبنگال میں آپ کی مقبولیت اور جاہ وحشمت اس بات کی روشن دلیل ہے کہ آپ بارگاہ الٰہی میں قرب خاص رکھتے ہیں اور اولیائے کبار میں نمایاں مقام پر فائز ہیں۔❁❁❁

حضرت علامہ عبد المبین نعمانی قادری مصباحی

مہتمم دار العلوم چریاکوٹ ورکن المجمع الاسلامی ملت نگر، مبارک پور

مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی نے اپنے جد امجد علامہ شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات سے پردہ اٹھاکر اور ان کی زندگی کے بعض گوشوں پر روشنی ڈال کر ایک ایسے زبردست عالم دین ومبلغ اسلام سے روشناس کرایا ہے، جن کو دنیا بھول چکی تھی، ان کی بعض اہم علمی تصانیف کا تعارف بھی پیش کیا ہے، کاش وہ کتابیں جو کبھی طبع ہو کر ختم ہو چکی ہیں دوبارہ منظر عام پر لائی جائیں اور جو منتظر طباعت ہیں، ان کو پورے اہتمام سے شائع کرکے ان کے علمی آثار سے اہل علم کو استفادے کا موقع دیا جائے۔ اپنے اسلاف کرام واکابر جماعت کے حالات منضبط کرنا، ان کو منظر عام پر لانا بھی ایک اہم کام ہے، اس سے مستقبل میں روشنی ملتی ہے، آگے بڑھنے اور کام کرنے کا سلیقہ آتا ہے۔ ان کی محنتوں اور کارناموں سے واقف ہو کر حوصلے بلند ہوتے ہیں۔ [حیات حفیظی ص:5، سے ماخوذ]❁❁❁

صاحبزادۂ ملک العلما ڈاکٹر مختار الدین احمد

سابق صدر شعبۂ عربی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ یوپی

ہمارے علمائے کرام وصوفیۂ عظام پر بہت کم لکھا گیا ہے، ضرورت ہے کہ اس موضوع پر آپ اور آپ جیسے اصحاب لکھتے رہیں اور ان کے حالات محفوظ کرتے رہیں۔ میں بچپن میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ [متوفی 1382ھ] کی ہم رکابی میں ایک

دوبار خانقاہ رحمٰن پور حاضر ہوا تھا اور کئی دن مقیم رہا تھا، حضرت مخدوم شرف الہدیٰ سے نیاز حاصل ہوا تھا اور حضرت خواجہ وحید اصغر کے ساتھ خاصا وقت گزرا تھا، کم عمری کے باوجود میں خواجہ صاحب سے بہت مانوس تھا۔❁❁❁

ادب شہیر حضرت علامہ مولانا ملک الظفر

مدیر اعلیٰ الکوثر و مہتمم دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام

شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی سے میری آشنائی اس وقت ہوئی جب عزیزی مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی سلمہ حضرت ممدوح کے سوانحی گوشوں اور آثار و نقوش کی تلاش و تتبع میں سہسرام آئے۔ جب معلومات سے معلومات کی کڑیاں باہم ملیں، تو اس خوشگوار حقیقت کا انکشاف ہوا کہ محقق زمن مفکر اسلام حضرت علامہ کامل سہسرامی کے والد ماجد حضرت علامہ فرخند علی فرحت سہسرامی بانی دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام حضرت لطیفی کی درس گاہ فیض کے خوشہ چیں و تربیت یافتہ تھے۔

اس طرح حضرت لطیفی ہمارے جدی نسبت میں آتے ہیں۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت لطیفی جب تک شمالی ہند کے شہرۂ آفاق دینی و تعلیمی مرکز مدرسہ خانقاہ کبیریہ میں رہے، بڑی متوکلانہ زندگی بسر کی، بدل خدمت کے طور پر مدرسہ سے ایک پائی نہ لی اور نہ ہی کبھی مطبخ کا ایک دانہ قبول فرمایا، ایک مخلص و عقیدت مند کے یہاں رہتے تھے اور اپنے ذاتی خرچ سے شام و سحر کے کھان پان کا انتظام کرتے تھے۔ آپ بڑے خدا رسیدہ اور بندۂ برگزیدہ اور مرجع خلائق و انام بزرگ تھے۔ سہسرام، شاہ آباد، آرہ، نالندہ، گیا یہ وہ مقامات و منازل ہیں جہاں آپ نے انقلابی شان کے ساتھ تبلیغی و اشاعتی خدمات انجام دیں ہیں، یہاں سہسرام اور مضافات میں بہت سے ایسے گھر مل جائیں گے کہ جن کے آباد و اجداد حضرت لطیفی کے مریدین و متوسلین یا آپ کی مجلسوں و انجمنوں کے حاضر باشوں میں تھے۔❁❁❁

حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد

مدیر اعلیٰ رضا بک ریویو و نائب قاضی ادارہ شرعیہ پٹنہ

حضرت علامہ مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ جماعت اہل سنت کی ایک بلند پایہ علمی شخصیت تھی، جنہوں نے اپنے کردار و عمل سے بہار کے علاقہ کٹیہار، پورنیہ، کشن گنج وغیرہ کو علمی، مذہبی، ملی اور مسلکی اعتبار سے مستحکم کیا اور فکر رضا کی روشنی میں عقائد کی درستگی و روح کی بالیدگی اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں مجاہدانہ جدوجہد کی، قدرت نے انہیں علم و عمل، اخلاص و اخلاق، ملی درد و غم اور جماعتی ذکر و فکر کا جو گراں مایہ سرمایہ عطا کیا تھا انہوں نے خلوص و للّٰہیت کی پوری توانائی کے ساتھ اس سرمایہ کو سرمایۂ آخرت بنالیا۔ ان کی کتابیں اس کی شاہد ہیں کہ ان کی زندگی حرکت و عمل سے عبارت تھی اور یہ عبارت مدت مدید تک روشنی کا مینار بن کر لوگوں کو صراط مستقیم دکھاتی رہے گی۔ خدائے تعالیٰ ان کی سعی مشکور فرماتے ہوئے ان کی لحد پر رحمت کے پھول برسائے۔❁❁❁

صدر جمہوریہ ہند ایوارڈ یافتہ علامہ محبوب عالم وحیدی

پرنسپل مدرسہ اسلامیہ اعظم نگر کٹیہار بہار

قدوۃ العلما زبدۃ الفضلا حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی برہانی قدس سرہ النورانی [متوفی 1333ھ/1915ء] کے آستانے سے حقیر سراپا تقصیر کا پشتینی تعلق رہا ہے۔ میرے جد امجد جناب دھیر علی خاں مرحوم ہی وہ تھے کہ جن کے اصرار و خواہش کے زیر اثر آپ نے آبائی

گاؤں چشتی نگر کلہریا کو خیر آباد کہا اور کشاں کشاں رحمٰن پور تکیہ شریف چلے آئے۔ یہاں آکر آپ نے خانقاہ کی بنیاد ڈالی، مدرسہ قائم فرمایا اور پھر رہائشی مکانات کی تعمیر کا بھی بندوبست کیا۔ آج جہاں حضرت لطیفی کا مزار پاک، آپ کی خانقاہ اور مسجد و مدرسہ وغیرہ ہے یہ قطعہ اراضی ہمارے ہی بزرگوں کی نذر کردہ ہے۔

کام کے ہجوم اور انتشار اور امروز و فردا کی فکر و غم میں برابر الجھے رہنے کی سبب حضرت لطیفی کی حیات و خدمات اور مساعی و فتوحات پر زیادہ وسیع و گہری نظر نہیں ہے۔ تاہم اس ناچیز نے جب کبھی وقت بچا کر آپ کی حیات اور کارناموں پر ورق گردانی کی تو وہ روشن صفحات خوب پسند آئے جو احقاق حق و ابطال باطل کی تحریک اور جدوجہد عمل سے عبارت ہیں۔ تحریک ردندوہ آپ کی زندگی کا وہ پڑاؤ ہے جہاں آپ پوری حرارت و شدت کے ساتھ گمراہ فرقوں و باطل گروہوں کی سرکوبی و استیصال میں پیش پیش اور سرگرم عمل نظر آتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ موجودہ دور میں لوگ اسلاف عظام کے تصلب فی الدین کا لحاظ و لاج رکھیں۔ ❀❀❀

حضرت علامہ محمد ابوالحسن علی رضوی القادری

مشیر اعلیٰ ماہنامہ ''بطحا'' حیدرآباد و موسس جامعہ غوثیہ رضویہ لنگم پیٹ، نظام آباد، اے پی

تخت نشین رشد و ہدایت، آفتاب شریعت و طریقت، مست بادۂ عشق رسالت حضرت مولانا حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمہ 1245ھ / 1333ھ کی حیات و خدمات پر کل مواد وہی ہے، جو آپ نے ''حیات حفیظی''میں جمع کر دیا ہے۔ اس کی روشنی میں وہ ایک متبحر عالم دین، سلوک و تصوف کے امام، ایک دردمند میر کارواں، ایک سربکف مجاہد، ایک پرسوز داعی، بیدار مغز مصنف، شب زندہ دار عابد اور شفیق معلم کی حیثیت سے ہماری نگاہوں میں ہیں، دیوان لطیفی، لطائف حفظ السالکین، تلک عشرۃ کاملۃ، جسیر الغیب جیسی گراں قدر تصانیف اس کا بین ثبوت ہیں۔ بہار و بنگال میں ہندوانہ رسم و رواج کے خلاف ان کی پرسوز خدمات رہتی دنیا تک یاد رکھی جائیں گی، مدرسہ خانقاہ لطیفیہ، دارالعلوم شرفیہ لطیفیہ گانگی ہاٹ، جامعہ لطیفیہ بحر العلوم کٹیہار کے چشمہاے علوم سے جب تک تشنے سیراب ہوتے رہیں گے، ان کی تربت مقدس کا اجالا بڑھتا رہے گا۔ تحریک ندوہ کے خلاف مشرقی بہار سے ان کی نمائندگی، وہابیت و دیوبندیت کے خلاف ان کے آوازۂ حق کی بازگشت اہل حق کو ہمیشہ حوصلہ دیتا رہے گا۔ رب قدیر ان کی تربت اقدس پر رحمتوں کے پھول برسائے اور ہم تن آسانوں کو ان کے نشان قدم پر تلاش منزل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ❀❀❀

حضرت مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی

صدر مفتی نوری دارالافتا سنی جامع مسجد کوٹر گیٹ، بھیونڈی و شیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ، کلیان مہاراشٹر

سیمانچل [پورنیہ، کٹیہار، کشن گنج، ارریہ بشمول دیناج پور] کے باشندگان جن اولیاے کاملین اور عارفین حق کے علمی و روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہیں ان میں حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی نور اللہ مرقدہ کا نام جلی حرفوں میں سے لکھا جاتا ہے۔ وہ مرد حق آگاہ، علم شریعت و طریقت کے مجمع البحرین اور علم و دانش کا عظیم گہوارہ تھے، انہوں نے اپنی خداداد صلاحیت و لیاقت سے بے شمار فرزندان توحید و رسالت کی ایسے وقت میں اصلاح فرمائی جب کہ اہل سنت کے متفقہ عقائد و نظریات کے محل میں تزلزل واقع ہو رہا تھا، اور سیدھے سادھے مسلمان گم گشتہ نظر آرہے تھے۔

برہان پورنیہ حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی نور اللہ مرقدہ چوں کہ خود عالم شریعت اور عارف طریقت تھے اس لیے جہاں جیسی اور جس طرح ضرورت محسوس ہوئی امت مسلمہ کی ہدایت و رہنمائی فرمائی، زنگ آلود دلوں کا کو صیقل کیا، باہر سے آنے والوں کا ظاہر و باطن سنوارا۔ طالبان سلوک و معرفت کو علم و عرفان کے زیور سے مزین فرمایا۔ اور ہنوز خانقاہ اور مدرسہ کی شکل میں یہ سلسلہ جاری و ساری ہے کہ جہاں سے ایک جہان ہمیشہ

سیراب وفیض یاب ہورہاہے۔اوران شاءاللہ تاقیام قیامت جاری رہے گا۔
بڑے سعادت مند ہیں "سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتردیناج پور" کے ذمے داران کے انہوں نے ایک علمی وروحانی شخصیت پر خصوصی شمارہ نکالنے کا فیصلہ کیا۔رسالہ کی ادارتی ٹیم خصوصاً مدیراعلی محب گرامی حضرت مفتی ساجد رضا مصباحی جملہ ارکان رسالہ حضرت مفتی عارف حسین قادری مصباحی، مولانا شارب ضیا قادری مصباحی، مولانا سبحان رضا قادری مصباحی، مفتی غلام محمد ہاشمی مصباحی اور محب گرامی مولانا مسجد رضا قادری وجملہ اصحاب فکرودانش کو اس عظیم علمی پیش رفت پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی جزاۓ خیر عطافرماۓ اور ساتھ ہی خانقاہ لطیفیہ تکیہ شریف رحمٰن پور کے علم وعمل، صبروحلم، زہدوورع کے وارث حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی کی خدمات میں کلمات سپاس پیش کرتے ہیں کہ انہوں اس طرف اپنی توجہ مبذول کی اور ایک عالم وعارف کی حیات وشخصیت سے ایک جہان کو روشناس کرانے کا فیصلہ فرمایا۔اللہ تعالی سبھوں کو دونوں جہان کی برکتوں، نعمتوں سے مالامال فرماۓ۔آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔❁❁❁

حضرت مولانا عبدالصمد نظامی مصباحی

استاذ دارالعلوم زینت الاسلام، امرودھا، کان پور، دیہات

صاحب تصانیف جلیلہ، رفیق کارومخلص امام اہل سنت اعلیٰ حضرت [سیدنا امام احمد خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ] حضرت اقدس مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی رحمۃ اللہ علیہ ایک عالم ربانی وصوفی لاثانی اور روشن ضمیر شخصیت کے حامل ہیں، چودھویں صدی میں ہندوسندھ کے طول وعرض میں جن مردان کارورجال نے اسلام ومسلمین کی مذہبی وملی، علمی وادبی، فکری ونظریاتی اور تحریکی وتعمیری سیادت کے فرائض انجام دیے ان میں ایک نمایاں نام حضرت لطیفی کا بھی ہے، آپ چوں کہ نام ونمود اور شہرت ونمائش سے دور ونفور تھے اور اخلاص وللّٰہیت سے معمور ہوکر اپنا دینی وعلمی اور تبلیغی مشغلہ جاری رکھتے تھے، شاید اس لیے آپ کے احوال وکوائف اور آثار وباقیات تحریروکتاب کی قیدودسترس میں کم ہی ہیں۔❁❁❁

حضرت مفتی مشتاق احمد امجدی

امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک/متوطن: احمد پور[افریل]پوسٹ کرہیلا بوبرا، کٹیہار

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہمارے دیار سیمانچل میں جن خانقاہوں کی بدولت یہاں کی سنیت محفوظ ومستحکم اور اہل سنت وجماعت کی کھیتی سرسبزوشاداب ہے خانقاہ رحمن پوران میں سے ایک ہے، یہ ایک قدیم خانقاہ ہے جو اکابر اولیاے کرام کا مسکن ومصدر رہاہے، اس کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ محمد حفیظ الدین لطیفی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے وقت کے جید عالم شریعت وطریقت، غواص بحر معرفت وحقیقت اور نباض قوم وملت تھے، آپ نے اس دیار کی امت مسلمہ کے ایمان وعقیدے کے تحفظ میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں جو سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔
آج یہ خوش خبری سن کر قلبی مسرت ہوئی کہ اس خانقاہ کے مورث اعلیٰ کے ایک سودوسالہ عرس سراپا قدس کے حسین موقع پر سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتردیناج پور کے ارباب حل وعقد اگلا شمارہ آپ ہی کی حیات وخدمات پر نکالنے جارہے ہیں، امید ہے کہ یہ شمارہ اپنی نوعیت کا ایک منفرد المثال اور تاریخی شمارہ ہوگا، یقیناسہ ماہی کے ذمہ داران کا یہ اقدام لائق تحسین اور قابل تقلید ہے، اس نیک اقدام پر راقم السطور سہ ماہی کی پوری ٹیم خصوصا اس کے خصوصی اشاعت کے محرک خانوادۂ لطیفیہ کے متحرک وفعال عالم دین حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی اور سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کے مدیر اعلیٰ حضرت مفتی محمد ساجد رضا مصباحی حفظہ اللہ القوی کی خدمت میں صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہے۔
دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اسے قبولیت سے سرفراز فرماۓ، بزرگان دین کے فیوض وبرکات سے ہمیں خوب خوب مالامال کرے اور اس مجلہ کو روزافزوں شاہراہ ترقی پر گامزن فرماۓ۔آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین۔❁❁❁

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخے موصول ہونا ضروری ہیں

کتاب : دختران مصطفیٰ ﷺ
مؤلف : مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی
صفحات : 40
سن اشاعت : نومبر 2021ء
ناشر : مکتبہ سراج ملت جامعہ مخدومیہ سراج العلوم جاج مئو، کان پور، یوپی
مبصر : محمد ساجد رضا مصباحی

فرق باطلہ میں ایک بدترین فرقہ روافض کا ہے، صحابۂ کرام کی شان اقدس میں گستاخیاں، دینی وشرعی اور تاریخی مسلمات کا انکار، حقائق سے چشم پوشی اور جادۂ حق سے انحراف اس فرقے کا شیوہ رہا ہے، اس فرقے کے باطل افکار ونظریات کی تردید اور ان کی موشگافیوں کا جواب ہمارے اسلاف کرام نے ہر زمانے میں دیا ہے، ماضی قریب میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ [1272-1340ھ] نے ان کے باطل عقائد ونظریات کا رد بلیغ فرمایا ہے، اس حوالے آپ کی کئی تصانیف مشہور ہیں۔

آقائے کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی شہزادیوں کے سلسلے میں قرآن وحدیث، تفسیر وفقہ اور تاریخ وسیر کی مستند کتابوں میں یہ بات مصرح ہے کہ آپ کی درج ذیل چار صاحب زادیاں تھیں:

- حضرت زینب رضی اللہ عنہا
- حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا
- حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا
- حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا

لیکن ابھی کچھ دنوں قبل پاکستان کے کچھ غالی رافضیوں نے اپنی سابقہ حماقتوں کو دہراتے ہوئے یہ دعویٰ کیا کہ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علاوہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی دوسری صاحب زادی نہیں تھیں۔ ماضی میں بھی اس فرقے کے کچھ بد حواس افراد نے بھی اس قسم کے دعوے کیے تھے جن کا ہمارے اسلاف نے دلائل وشواہد کی روشنی میں تشفی بخش جواب دیا تھا۔

زیر نظر رسالے میں اتر دیناج پور کے قابل قدر نوجوان عالم دین حضرت مفتی محمد عارف حسین قادری مصباحی حفظہ اللہ نے روافض کی اس موشگافی کا دنداں شکن جواب دیا ہے اور قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر اور خود روافض کے اکابر علما کی کتابوں کی روشنی حقائق کو واضح فرمایا ہے۔

یہ رسالہ 40/ صفحات پر مشتمل ہے، عام روش سے ہٹ کر شرف انتساب کے بعد اصل موضوع پر گفتگو شروع ہوگئی ہے، نہ کوئی تقدیم ہے اور نہ تقریظ، مولف گرامی نے تمہیدی کلمات کے بعد سب سے پہلے قرآن کریم کی آیت کریمہ:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۹﴾

ترجمہ: اے نبی اپنی بیبیوں اور صاحب زادیو ں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے

منھ پر ڈالے رہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

سے استدلال کرتے ہوئے زبردست عالمانہ ومحققانہ گفتگو فرمائی ہے، وجہ استدلال بیان کرتے ہوئے آپ رقم طراز ہیں:

”آیۂ کریمہ میں کلمۂ ”بَنٰتِكَ“ مستعمل ہے، عربی زبان کا مبتدی طالب علم بھی اس سے آگاہ ہے کہ یہ ” بِنت “ کی جمع ہے ،جس کا اطلاق تین یا اس سے زائد پر ہوتا ہے۔ اگر حضور اکرم ﷺ کی خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کوئی اور صاحب زادی نہ ہوتی تو ”بنات“ کی بجاے بنت کا استعمال ہوتا۔ “[دختران مصطفیٰ، ص:7]

مولف گرامی نے تفسیر آلوسی، تفسیر روح البیان، تفسیر سراج منیر، تفسیر خازن، تفسیر ابن کثیر، تفسیر در منثور وغیرہ کی عبارتیں نقل کر کے حقائق کو واشگاف فرمایا ہے۔ تفسیر آلوسی کی درج ذیل عبارت میں روافض کے اس نظریے کی کھلی اور واضح تردید ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

وفی الآية رد على من زعم من الشيعة أنه عليه الصلاة والسلام لم يكن له من البنات إلا فاطمة صلى الله عليه وسلم على أبيها وعليها وسلم وأما رقية. وأما كلثوم فربيبتاه عليه الصلاة والسلام۔

ترجمہ: اس آیت کریمہ میں ان شیعوں کا رد ہے جو اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا حضور ﷺ کی کوئی صاحب زادی نہیں ہے۔ رقیہ اور کلثوم [رضی اللہ عنہما] ربیبہ ہیں۔ یعنی حضور ﷺ نے ان کی صرف پرورش کی ہے۔ [تفسیر آلوسی، ج:16، ص:224، تحت آیۃ:59، من سورۃ الاحزاب]

قران کریم اور تفاسیر کی مستند کتابوں سے استدلال کے بعد انھوں نے اس موقف کو احادیث مبارکہ سے بھی مزین فرمایا ہے، اس ضمن میں انھوں نے صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ، مستدرک، معجم کبیر، مصنف عبد الرزاق، کنز العمال، مسند بزاز، سنن کبریٰ وغیرہ کتب حدیث سے تقریباً ایک درجن احادیث نقل کیے ہیں۔

مولف گرامی نے اس موضوع پر محدثین اور مورخین کے بھی کثیر اقوال نقل کیے ہیں، یہ شہادتیں روافض کے اس بے بنیاد، من گھڑت اور حماقت آمیز نظریے کی عمارت کو مسمار کرنے کے لیے کافی ہیں، لیکن انھوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ روافض کے مسلم الثبوت علما و مورخین کی کتابوں سے بھی اس پر شواہد پیش کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”کثیر رافضی علما و ذاکرین نے یہ صراحت کی ہے کہ حضرت زینب، حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ بھی حضور اقدس سید عالم ﷺ کی دختران نیک اختر ہیں۔“

مولف نے اہل سنت کے موقف کی تائید میں 25/ رافضی علما کی معروف کتابوں سے عبارتیں نقل کر کے روافض کے خیالی شیش محل کو چکنا چور کر دیا ہے۔

چند معروف نام حسب ذیل ہیں:

- روافض کی سب سے مستند کتاب ”نہج البلاغہ“
- ملا باقر مجلسی اصفہانی کی ”حیات القلوب“
- احمد بن ابی یعقوب بن جعفر کی ”تاریخ یعقوبی“
- علی بن عیسیٰ ازیلی کی ”کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ“
- نعمت اللہ جزائری کی ”انوار نعمانیہ“
- عبد اللہ مامقانی کی ”تنقیح المقال فی احوال الرجال“
- ابو جعفر محمد حسین بن طوسی کی ”تہذیب الاحکام“
- محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی کی ”الکافی“
- شیخ طوسی کی ”المبسوط للطوسی“
- طبرسی کی ”اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ“
- شیخ جعفری سبحانی کی ”السیرۃ المحمدیہ“

مولف گرامی نے اس رسالے کی تالیف میں 61/ مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔ امید ہے کہ یہ تحقیقی کتاب حلقۂ علم وادب میں قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

❁❁❁

پیغامات

خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی/محمد انور رضا قادری مصباحی/مشتاق احمد امجدی

سہ ماہی پیغام مصطفیٰ دین ومسلک کا ترجمان ہے

محب گرامی عالی وقار حضرت مفتی ساجد رضا مصباحی دام ظلہ العالی چیف ایڈیٹر سہ ماہی "پیغام مصطفیٰ" اتر دیناج پور

سلام مسنون!

فاضل جلیل حضرت مفتی شہروز رضوی مصباحی زید مجدہ کے توسط سے سہ ماہی "پیغام مصطفیٰ" اتر دیناج پور شمارہ اکتوبر، نومبر، دسمبر 2021ءفردوس نظر بنا۔ جملہ مشمولات خوب از خوب ہیں۔ "نقاش نقش ثانی را بہتر کشد ز اول" کے مصداق اس کی آن بان ہے۔ بات یہ ہے کہ پیغام مصطفیٰ کے جو دو تین شمارے اول اول ہم دست ہوئے تھے، یعنی آغاز سفر میں، یہی کوئی 2019ء کے مارچ سے لے کر نومبر تک تو ان میں مضامین ومقالات کا معیار ومنہج اور اس کا انداز پیش کش اس قدر بلند وبالا شاید نہ تھا، لیکن زیر مطالعہ شمارہ تو بالکل چونکا دینے اور ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والا ہے، کیا اعلیٰ معیار ومنہج! کیا ادبی شان وشوکت! کیا علمی وادبی مواد واطلاعات! کیا قابل داد انداز وپیش کش! بسیار خوباں دیدہ ام مگر تو چیزے دیگری!

اداریہ کا ہی اگر تجزیہ کیا جائے تو ماشاء اللہ اور سبحان اللہ کہے بغیر زبان نہیں رہ سکتی، کیا خوب زیور تحریر سے آراستہ کیا ہے، بنگال کے مسلمانوں کے حوالے سے، انتظامیہ، ارباب اقتدار اور صاحبان سیاست کے سامنے جس طرح صحافیانہ لب ولہجے میں سارے مسائل ومشکلات اور حقائق وواقعات کو کھلی کتاب کی طرح رکھ دیا ہے، وہ آپ جیسے ذی ہوش، زرف نگاہ، صاحب بصیرت وادراک، حساس مزاج، ہمدرد، حق گو اور انصاف پسند حامل لوح وقلم کا ہی حصہ ہو سکتا ہے۔ دیگر تحریرات وقلمی رشحات میں "مصائب وآلام پر صبر: قرآن کی روشنی میں"، "گداگری: پیشہ یا مجبوری؟"، "عید میلاد النبی اور ہماری ذمے داریاں"، بالخصوص "زنا سے حرمت مصاہرت کا ثبوت" بہت گراں قدر اور لائق مطالعہ ہیں، جب کہ کالم "شخصیات" میں "ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری سیمانچل میں" اور کالم "وفیات" کے تحت ملک کے اس دور افتادہ خطہ یعنی اضلاع مغربی بنگال میں اتر دیناج پور ومالدہ اور بہار کے سیمانچل کے جن مردان کار رجال باکمال کی تعزیت وخراج عقیدت کو جس طرح منظر عام پر لایا گیا ہے یہ قدم ہندوستانی نسل نو کی حالیہ تحریک "اسلاف شناسی" کے تناظر میں خوش آئندہ اور قابل مبارک باد ہے۔ ان کالمز کو پڑھ کر جہاں اساطین ملت وصنادید جماعت کے احوال وخدمات سے آگہی حاصل ہوئی وہیں دین ومذہب کی مساعی وکارگزاریوں کا خاکہ حال ومستقبل میں تیار کرنے کے تئیں رہنما خطوط بھی ملے، فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

گرامی قدر ووقار! اگر پہلو میں دھڑکتے دل کی بات کہوں تو حق وصداقت یہ ہے کہ "پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور" در حقیقت دین ومسلک کی ترویج واشاعت، احقاق حق وابطال باطل کی حرارت، احکام ومسائل شریعت کی واقفیت، اردو زبان وادب کی شایان شان خدمت، نوآموز اہل علم وفن کا مخلصانہ خیر مقدم وتربیت، مشاہیر کی علمی وفکری شان ووجاہت، تتبع وتحقیق کردہ چیزوں اور ادبی وتاریخی باتوں کی نشریات، قومی وبین الاقوامی حالات وواقعات کی اطلاعات، دیار خویش کے رجال وشخصیات کے احوال وآثار پر مشتمل شان دار وگراں مایہ جان کاریوں کی بہتات اور علمی وعملی

میدان میں ہر خاص وعام کے لیے پیش قدمی کرنے نیز اپنی عظمت رفتہ کی بازیابی کی غرض سے کمربستہ ہونے کی نصیحتوں وہدایتوں کا وہ عظیم سرچشمہ ہے کہ جس سے توقع کی جاسکتی ہے کہ چندماہ وسال میں اس علاقے کی تصویر و تقدیر بدل دے گا۔ان شاءاللہ الرحمن۔

پروردگار عالم کی بارگاہ میں دست بدعاہوں کہ یہ نظر بد سے محفوظ رہے، آپ اور آپ کے تمام رفقائے سفر، مہر ووفا، اخلاص وایثار کے جذبات وعزائم کے ساتھ اسے ہمہ دم تقویت وجلا بخشتے رہیں۔ایں دعااز من واز جملہ جہاں آمین باد۔

آپ کا خیر اندیش:

خواجہ ساجدعالم لطیفی مصباحی

رحمن پور بارسوئی کٹیہار بہار

سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کوفروغ دیناضروری ہے

مکرمی مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور، بنگال!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امید ہے کہ آپ مع احباب بخیر ہوں گے۔

آپ کی ادارت میں نکلنے والا اتر دیناج پور کا علمی ودینی ترجمان سہ ماہی پیغام مصطفیٰ کا تازہ شمارہ اکتوبر تا دسمبر 2021ء باصرہ نواز ہوا۔ عمدہ طباعت، سرورق کی جاذبیت، حسن ترتیب اور معلومات افزا مضامین دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا، دل سے دعائیں نکلیں، رب قدیر جل جلالہ آپ کو گردش لیل ونہار کے مصائب وآلام سے محفوظ رکھے اور اس رسالہ کو کامیابی کی اعلیٰ منزل پر فائز فرمائے۔

اس شمارہ کا ہر مضمون معیاری اور لائق تحسین ہے۔ خصوصیت کے ساتھ آپ کا اداریہ ”بنگال میں مسلمانوں کے مسائل“ بنگال کی سیاسی، اقتصادی، سماجی اور تعلیمی زبوں حالی کے مسائل پر ایک مفید اور چشم کشا تحریر ہے۔ کاش! آج بھی اگر بنگال کے مسلمان صحیح طور پر بیدار ہوجائیں اور چائے، پان اور نفع قلیل کے عوض اپنا قیمتی ووٹ فروخت کرنے سے باز آجائیں تو مستقبل قریب میں اچھا معاشی، علمی، سماجی اور سیاسی انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ تحقیق وتفہیم کے کالم میں مفتی محمد عارف حسین مصباحی صاحب کا مضمون: ”زنا سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت“ دلائل سے مزین ہونے کے ساتھ علمی وتحقیقی بصیرت سے لب ریز ہے۔ تحقیقی مطالعہ کے کالم میں ڈاکٹر یوسف القرضاوی کی کتاب "الامام الغزالی بین مادحیہ وناقدیہ" پر آپ کا تحقیقی مطالعہ بہت عمدہ اور مفید ہے۔ بلاشبہہ امام غزالی علیہ الرحمہ کی نصیحتیں قابلِ عمل وباعث فلاح ہیں۔ استاذی الکریم حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ دام ظلہ کا مضمون ”عید میلاد النبی اور ہماری ذمے داریاں“ اصلاحی وعلمی ہونے کے ساتھ فصاحت وایجاز سے بھی معمور ہے۔ بلا شبہہ حضرت کی علمی واصلاحی تحریروں سے بھی تاریک دلوں کو روشنی، پژمردہ روح کو تازگی اور فکر ونظر کو بالیدگی ملتی ہے۔

حضرت مولانا سبحان رضا مصباحی صاحب کا مضمون ”جلسوں اور کانفرنسوں میں غیر شرعی امور کیوں؟“ بہت ہی عمدہ اور لائق عمل ہے۔ صاحب مضمون نے مروجہ جلسوں کی خرابیوں اور غیر شرعی امور کی عمدہ اور صحیح نشان دہی کی ہے۔ ان خرابیوں میں سے ایک بنیادی خرابی بلا ضرورت شدیدہ اور موقع ومحل کی رعایت کیے بغیر کثرت سے فجر تک بڑے بڑے جلسے اور بڑی بڑی کانفرنسز کروانا بھی ہے۔ اگر صاحبِ مضمون کی تحریر کردہ معروضات کو علمی جامہ پہنایا جائے تو مذکورہ خرابیاں دور ہوسکتی ہیں۔

نوائے امروز کے کالم میں نائب مدیر صاحب کا مضمون ”گداگری: پیشہ یا مجبوری؟“ موضوع کے تقریباً تمام گوشوں کو محیط ہے جو مفید اور نصیحت آمیز ہے۔ اس دور میں کچھ افراد فرضی مدرسے کی رسیدیں چھپوا کر چندہ کرتے ہیں جیسا کہ کچھ لوگ پکڑے بھی گئے ہیں۔ پتہ نہیں یہ لوگ فقرا کی کس صف میں شامل ہیں؟ یہ بھی انتہائی قابلِ افسوس بات ہے۔

حضرت مولانا توفیق احسن برکاتی مصباحی صاحب کا مضمون ”نسل نو اور منشیات کا پھیلتا زہر“ اصلاح معاشرہ کے

لیے بہت ہی کارآمد اور لائق عمل ہے۔ عصر حاضر میں ایسے اصلاحی مضامین کی سخت ضرورت ہے۔

نقد و نظر کے کالم میں علامہ سید شاہ محمد حسنین رضا قادری رحمانی صاحب کی کتاب ''معراج المومن فی اجتناب الغیبۃ'' پر آپ کا تبصرہ بھی دلکش اور عالمانہ و منصفانہ ہے۔اسی طرح دوسرے مضامین بھی معیاری اور معلومات افزا ہونے کے ساتھ علمی، اصلاحی اور ادبی محاسن سے مرصع ہیں جو مفید اور قابل تعریف ہیں۔

اس رسالہ میں ان مفید کالموں کے ساتھ اگران دو کالم: ''عقائد مذاہب باطلہ '' اور ''مسائل نسواں'' کو بھی شامل کر لیا جائے تو سونے پہ سہاگہ ہو جائے گا۔اخیر میں میری طرف سے اپنے معزز محررین کی بارگاہ میں عریضہ ہے کہ اپنے دینی و اصلاحی مضامین میں اگر سہل اسلوب اور عام فہم زبان کا استعمال کریں تو بہتر رہے گا تاکہ کم پڑھے لکھے حضرات بھی آسانی سے خاطر خواہ استفادہ کر سکیں۔

چلتے چلتے ہم اس رسالہ کے قارئین اور خصوصاً باشندگان دیناج پور و سیمانچل سے مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ یہ رسالہ جو روز اول سے اب تک متنوع خصوصیات سے آراستہ ہو کر پابندی سے شائع ہو رہا ہے اس کی اشاعت میں توسیع و امداد کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔اس لیے آپ خود بھی اس کے ممبر رہیں اور دوسروں کو بھی اس کا ممبر بنائیں تاکہ ہر آنے والا شمارہ بہتر سے بہتر ہو، دعا گو ہوں کہ رب کائنات جل شانہ اپنے فضل سے آپ کو اور آپ کی ادارتی ٹیم کو دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے اور اس رسالہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے ۔ آمین بجاہ خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وصحبہ وحزبہ اجمعین۔

فقط والسلام۔

خیر اندیش: محمد انور رضا قادری مصباحی

متوطن: صدر مالنگاؤں۔ تھانہ: گوالپوکھر،

ضلع: اتر دیناج پور، [بنگال]

ادارتی نوٹ: رسالے مشمولات کے حوالے سے آپ کے مفید مشوروں پر ہم شکر گزار ہیں، ان شاءاللہ فرق باطلہ کے عقائد اور ان کے رد و ابطال کے حوالے سے بھی مضامین شامل کرنے کوشش کی جائے گی، ہمیں امید ہے کہ آئندہ بھی اسی طرح کرم فرماتے رہیں گے۔**محمد ساجد رضا مصباحی**

سہ ماہی پیغام مصطفیٰ علاقۂ سیمانچل کی ضرورت ہے

مدیر اعلیٰ سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند روز قبل سہ ماہی پیغام مصطفیٰ اتر دیناج پور کے تین شمارے موصول ہوئے، سہ ماہی کے مشمولات کو پڑھ کر اندازہ ہوا کہ یہ مجلہ علاقۂ سیمانچل کے روشن مستقبل کا غماز اور علمی و مذہبی ترجمان ہے۔خطہ سیمانچل میں اس قسم کے علمی و ادبی مجلہ سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی، ان شماروں کو پڑھ کر دلی سکون اور قلبی راحت ملی کہ اس کے ذریعہ سیمانچل کی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہوئی، بلا شبہ آپ کی طرف سے فقیر کے لیے یہ ایک قدر و گراں مایہ علمی تحفہ ہے، جس کے لیے ہم آپ کے بے حد ممنون ہیں، آپ کی اور آپ کی پوری ٹیم کی خدمات عالیہ میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتے ہیں، اور امید کرتے ہیں مستقبل میں بھی آپ ہمیں یاد رکھیں گے اور اپنی علمی نوازشات سے نوازیں گے۔

شکر گزار

ابوالاختر مشتاق احمد امجدی غفرلہ

خادم الافتاو صدر المدرسین

امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر، ناسک

❁❁❁

خیر و خبر

تحریک دعوت انسانیت/خانقاہ و مدرسہ لطیفیہ رحمن پور

تحریک دعوت انسانیت ڈیرہ پور کا اہم اقدام
مکاتب کے جدید نصاب و نظام تعلیم کے لیے دو اہم نشستوں کا انعقاد

تحریک دعوت انسانیت خانقاہ عالیہ رفیقیہ ڈیرہ پور کان پور دیہات کے زیر اہتمام حاج مئو شہر کان پور میں دوسری بار سہ روزہ تعلیمی نشست کا انعقاد مورخہ یکم اکتوبر ۲۰۲۱ء تا ۳/ اکتوبر ۲۰۲۱ء جمعہ تا یک شنبہ ہوا، اس سے قبل مورخہ ۹، ۱۰/ ستمبر ۲۰۲۱ء بروز جمعرات و جمعہ بھی یہ نشست منعقد ہوئی تھی، ان تعلیمی نشستوں کا مقصد نئی نسل کی اسلامیات سے دوری اور اسلامی بچیوں کی بے راہ روی کے اسباب پر غور و خوض اور اس کے تدارک کے لیے موثر اور مضبوط لائحہ عمل تیار کرنا تھا۔ ان تمام نشستوں کی قیادت بانی تحریک دعوت انسانیت حضرت علامہ مفتی محمد انفاس الحسن چشتی شیخ الحدیث وصدر المدرسین جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف و سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ رفیقیہ ڈیرہ پور کان پور دیہات اور سرپرستی حضرت علامہ یسین اختر مصباحی دارالقلم دہلی نے فرمائی، مہمان خصوصی کی حیثیت سے خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور، محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی، شیخ الحدیث وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی، حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی اساتذۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مولانا مفتی محمد ساجد رضا مصباحی استاذ دارالعلوم غریب نواز داہو گنج، کشی نگر، حضرت مولانا غلام محبوب سبحانی ازہری، حضرت مولانا احکام علی چشتی مصباحی، حضرت مولانا آفتاب عالم صمدی اساتذۂ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف نے شرکت فرمائی۔

ان نشستوں میں کافی غور و خوض اور باہمی تبادلۂ خیال کے بعد عصری تعلیم یافتہ مسلم بچیوں کو دین سے قریب کرنے کے لیے دو سالہ ''اسلامیات کورس'' کا نصاب تعلیم و تربیت تیار کیا گیا، جس میں عقائد، عبادات، معاملات اور آداب زندگی سے متعلق مواد خاص طور پر شامل کیا گیا ہے، اس دو سالہ کورس کے ذریعہ بچیوں کو اسلامی اصول و آداب کی روشنی میں زندگی گزارنے کے ساتھ اسلام کے بنیادی عقائد سے روشناس کرایا جائے گا اور ان کے عقیدہ و عمل کی حفاظت کے لیے بہتر تربیت دی جائے گی۔

شرکاے نشست نے کئی نشستوں میں بڑی گہرائی سے حالات کا جائزہ لینے کے بعد ابتدائی مرحلے میں اسلامی نونہالوں کے لیے پانچ سالہ ''اسلامیات کورس'' کا نصاب تعلیم و تربیت تیار کیا، جس میں اعتقادیات کے ساتھ عبادات، معاملات اور اخلاق و آداب پر خصوصی توجہ دی گئی ہے، اس پانچ سالہ کورس کی کتابیں تحریک دعوت انسانیت کی ''مجلس علما'' کے زیر اہتمام تیار ہوں گی، جس کے لیے چھ مہینے کا وقت مقرر کیا گیا ہے، کتابوں کی تیاری کے بعد خوب صورت رنگ و آہنگ میں یہ کتابیں شائع ہوں گی۔ پھر اس کے بعد اگلے پانچ سال کا نصاب تعلیم و تربیت تیار کیا جائے گا۔ بانی تحریک دعوت انسانیت حضرت علامہ مفتی محمد انفاس الحسن چشتی دام ظلہ اتر پردیش

کے کثیر اضلاع میں مکاتب کے قیام کے لیے جدوجہد فرمار ہے ہیں، بعض مقامات پر یہ مکاتب قائم بھی ہو چکے ہیں۔

تحریک دعوت نسانیت کے زیر اہتمام منعقدان نشستوں کے انتظام وانصرام میں جناب صاحب عالم، جناب فخر عالم، جناب ماسٹر شاداب، جناب عرفان چشتی وغیرہ نے خصوصی کردار ادا کیا۔ علما و دانشواران نے تحریک دعوت انسانیت کے بانی اور اس کے جملہ ارکان و کارکنان کو اس اہم اقدام پر مبارک باد دی اور خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

من جانب:

شعبۂ نشرواشاعت تحریک دعوت انسانیت

ڈیرہ پور کان پور دیہات

خانقاہ لطیفیہ رحمن پور میں عرس اعلیٰ حضرت

۲۵ر صفر المظفر ۱۴۴۳ھ، مطابق ۳ر اکتوبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار سیمانچل کی ڈیڑھ سو سالہ قدیم خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمن پور بارسوئی کٹیہار بہار کے زیر اہتمام ماحی بدعت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ [۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ] کی علمی، قلمی اور روحانی خدمات و کارناموں کی یاد اور ان کی روح پُر فتوح کو ایصال ثواب کی غرض سے ایک مجلس کا انعقاد عمل میں آیا جس میں تقریر و بیان اور منظومات کے ذریعے اعلیٰ حضرت کی خدمات و مساعی جمیلہ پر علما و دانش وران نے بھرپور روشنی ڈالی، عظمت الوہیت و رسالت اور ناموس اولیا و اصفیا کے تعلق سے حضرت ممدوح کی تاریخی کاوشیں یاد کی گئیں، ان کے اخلاق کریمانہ اور حسن کردار و عمل کے نقوش پر چلنے کی تلقین کی گئی۔ خطبا میں حضرت مولانا شوکت علی اشرفی، حضرت مولانا انوار القادری، حضرت مولانا مفتی شمیم اختر تحسینی صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمن پور تکیہ شریف، حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی مدرس مدرسہ ہذا، حضرت مولانا وحید نواز لطیفی مصباحی خانقاہ لطیفیہ، شعرا ونعت خواں حضرات میں عزیزم ریحان رضا، عزیزم مولوی فرمان علی اور عزیزم مولوی نبیل رضا متعلمین مدرسہ ہذا تھے۔

حضرت مولانا مفتی شمیم اختر تحسینی پورنوی نے دوران خطاب فرمایا کہ مجدد مائۂ ماضیہ سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ وہ خداداد ذہانت کے مالک تھے کہ آپ نے اپنی کم سنی ہی میں تصنیف و تالیف اور تدریس وفتاویٰ نویسی کے میدان میں محیر العقول کارنامے انجام دیے۔

حضرت مولانا خواجہ ساجد عالم لطیفی مصباحی نے مختصر مگر ولولہ انگیز اور جامع خطاب فرمایا، انہوں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے قلم خاراشگاف سے اہل باطل کی سرکوبی کی اور اور ان کے گندے وگمراہ کن عقائد وخیالات کو طشت ازبام کرتے ہوئے جملہ اسلامیان عالم کے عقائد حقہ کے تحفظ وصیانت کا سامان فراہم کیا۔ ان کے خطاب کے بعد پروگرام صلاۃ وسلام اور قل خوانی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

از شعبۂ نشرواشاعت:

خانقاہ ومدرسہ لطیفیہ رحمن پور

تکیہ شریف، بارسوئی کٹیہار، بہار

❁❁❁

نعت پاک

اے نبی آپ کے صدقے میں ہوئے جملہ نبی　　　آپ کے نور سے ساری یہ خدائی ہے بنی
آپ کی شان میں لولاک حدیث صمدی　　　مر حبا سیدی مکی مدنی عربی

دل وجاں با فدایت چہ عجب خوش لقبی

آپ کی ذات سے آئے رونق ہر بزم سرور　　　نور حق جلوہ گر ہر سمت چہ نزدیک و چہ دور
واہ کیا رتبہ ملا ملک عرب کو اے حضور　　　ذات پاک تو کہ در ملک عرب ظہور

زاں سبب آمدہ قرآں بزبان عربی

آپ کے غیر مرا کون ہے اے خیر بشر　　　آپ کے ماسوا ہاں کس کو کردن دکھ کی خبر
آپ ہی پر مرا ہر کام ہے موقوف مگر　　　چشم رحمت بکشاں سوے من انداز نظر

اے قریشی لقبی ہاشمی مطلبی

اے لطیفی مریض عشق رسول عربی　　　عشق کے نقص سے موقوف ہے تیری طلبی
آمد قلب سے قدسیؔ کی طرح کہہ تو ابھی　　　سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی

سوے تو آمدہ قدسیؔ پئے درماں طلبی

حضرت مولانا شاہ حفیظ الدین لطیفی قدس سرہ
[دیوان حفیظی، ص:153]

❁❁❁